وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

القول المشہور فی احوالِ القبور

ازافادات:
حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

تالیف:
مولانا بشیر احمد نقشبندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

ان کے آگے پردہ ہے اس دن تک جب اٹھائے جائیں

القول المشہور فی
احوال القبور

تالیف
بشیر احمد نقشبندی

از افادات
پیر حقیقت
اللہ یار خان

حنیف اکیڈمی
مکتبہ صدیقیہ نور محل روڈ
بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

حرفِ چند..... مولانا بشیر احمد نقشبندی			۴۸۸
انتساب			۴۸۹
پیش لفظ			۴۹۰
عالم برزخ کے اصول			۴۹۱
برزخ کی شرعی حیثیت	۴۹۱	قبر کی تعریف علماء مفسرین کے نزدیک	۴۹۲
احادیث نبوی ﷺ میں قبر کی تعریف	۴۹۳	سماع موتیٰ پر اہل سنت کے دلائل	۴۹۸
سماع موتیٰ پر قرآن سے دلائل	۴۹۹	احادیث نبوی اور سماع موتیٰ	۵۰۱
فقہائے کرام کا عقیدہ سماع موتیٰ کے بارے میں	۵۰۵	منکرین حیات کے سوالات کے جوابات	۵۰۶
پہلا زریں اصول	۵۰۸	دوسرا زریں اصول	۵۰۸
تیسرا زریں اصول	۵۰۹	منصفانہ مشورہ	۵۰۹
آیات کی تفسیر کا خلاصہ	۵۱۱	جانور کے کھا جانے کا واقعہ	۵۱۱
آگ میں جل جانے کا واقعہ	۵۱۱	پانی میں غرق ہونے کا واقعہ	۵۱۲
عذاب وثواب قبر کے متعلق فرق باطلہ کے عقائد	۵۱۳	(۱) عذاب وثواب قبر کا مطلق انکار	۵۱۳
(۲) عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے	۵۱۳	(۳) سوال جواب اور عذاب وثواب دونوں کے درمیان ہوں گے	۵۱۳
(۴) عذاب قبر صرف کفار کے لئے ہے	۵۱۳	(۵) سوال وجواب اور عذاب وثواب قبر صرف بدن کو ہوتا ہے	۵۱۳
(۶) بدن کو عذاب ہوتا ہے، مگر حیات بسیط سے یعنی بدن کو عذاب ہے بغیر تعلق روح کے	۵۱۳	حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں احادیث نبویہ ﷺ	۵۱۵
حیات الانبیاء ونزول عیسیٰ علیہ السلام	۵۱۶	بلوغ صلوٰۃ وسلام اور سماع عند القبر	۵۱۷
حیات انبیاء علیہم السلام پر محدثین ومفسرین کا واضح اعلان	۵۱۷		
حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ کرام و علماء سلف رحمہم اللہ کے عقائد			۵۱۸
(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۵۱۸	(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۵۱۸
(۳) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۵۱۹	(۴) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ	۵۱۹
(۵) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۵۱۹	(۶) مشہور تابعی حضرت سعید ابن مسیب رحمہ اللہ کا عقیدہ اور مشاہدہ	۵۱۹

(۷) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۱۹	(۸) حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک	۵۲۰
(۹) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک	۵۲۰	(۱۰) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک	۵۲۰
(۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا مسلک	۵۲۰	(۱۲) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۲۰
(۱۳) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۲۰	(۱۴) حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی رحمہ اللہ تھانوی کا عقیدہ	۵۲۰
(۱۵) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۲۱	(۱۶) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۲۱
(۱۷) مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ	۵۲۱	(۱۸) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۲۱
(۱۹) حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا عقیدہ	۵۲۱	مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اکابرین دیوبند کا مسلک اور متفقہ اعلان	۵۲۱
عذاب قبر کی ہولناک قسمیں			۵۲۲
قبر میں لوگوں کی مختلف حالتیں	۵۲۵	مومن سے فرشتوں کا کہنا کہ دلہن کی طرح سوجا اور منافق و کافر کو زمین کا بھینچنا	۵۲۶
قبر کا مردوں سے خطاب	۵۲۷	عذاب قبر جان و تن پر ہوتا ہے	۵۲۷
قصہ ایک بادشاہ کی کھوپڑی کا	۵۲۸		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا بشیر احمد نقشبندی

آپ لودھراں کے علاقہ کے تھے۔ معروف نحوی استاذ حضرت مولانا غلام رسول پونٹوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور خوب ذی استعداد استاذ تھے۔ جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور میں مدرس بھی رہے۔ آپ مولانا اللہ یار خان چکڑالوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ حاصلپور ضلع بہاولپور میں خطیب بھی رہے۔ آپ نے "القول المشہور فی احوال القبور" نامی رسالہ لکھا جو حضرت مولانا اللہ یار خان چکڑالوی کے افادات پر مشتمل تھا۔ اس کو بھی اس مجموعہ میں شامل کیا جارہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش نظر رسالہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتی کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ مؤلف رسالہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب نقشبندی زید مجدہ نے قوی دلائل سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرمائے۔ اور اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔

جماعت دین پور شریف حیات النبی ﷺ کے بارے وہی عقیدہ رکھتی ہے، جو اسلاف دیوبند حضرات کا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس عقیدے پر قائم ودائم رکھے۔ آمین!

مسعود عفی عنہ

دین پور شریف

۳ر جمادی الاوّل ۱۴۱۴ھ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

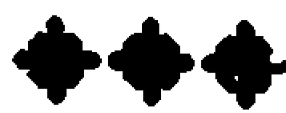
الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پیش نظر رسالہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع موتی کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ مؤلف رسالہ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب نقشبندی زید مجدہ نے قوی دلائل سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرمائے۔ اور اس رسالہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدہ پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ بروز حشر حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے۔

احقر نفیس الحسینی

حال وارد خانقاہ شریف بہاول پور

۱۵ر ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ



انتساب

اس تالیف کی نسبت میں اپنے عظیم المرتبت، رہبر شریعت کے نام کرتا ہوں جن سے میں نے روحانی وایمانی راہبری حاصل کی۔ آپ شریعت کے احکام وعلوم کے روشن مینار حضرت مولانا اللہ یار خان رحمہ اللہ نقشبندی اویسی تھے۔ آپ شہر چکڑالہ (ضلع میانوالی) کے رہنے والے تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

آج کے مادی دور نے انسان کو جہاں بہت زیادہ سہولیات سے نوازا ہے وہاں اس نے بہت سے فتنوں کو بھی جنم دیا ہے۔ نت نئے فتنے عوام الناس کو گمراہ کرنے کے در پے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم دین میں لوگوں کی دلچسپی روز بروز کم ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں علمائے کرام پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کہ وہ ان چیلنجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

آج کل سماع موتی کے متعلق بعض حضرات بالخصوص منکرین حیات کے درج ذیل چار قسم کے نئے عقائد کو رواج دینے کی کوشش میں ہیں۔

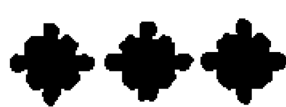
(۱) سماع موتی کا انکار: ان کا خیال ہے کہ اس دار فانی سے رخصت کے بعد مردوں میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) حیات قبر کا انکار: یعنی اس ظاہری قبر میں زندگی کا وجود ناممکن ہے۔

(۳) عذاب قبر کا انکار: یہ لوگ کہتے ہیں کہ عذاب وثواب اس قبر (گڑھے) میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق علیین یا سجین سے ہے۔

(۴) قبر کا انکار: ان کا کہنا ہے کہ قبر یہ نہیں جو کہ زمین پر گڑھا بنایا جاتا ہے اور جس میں انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ بلکہ قبر سے مراد علیین یا سجین ہے۔

میں نے اپنی بساط واستعداد کے مطابق اس کتاب میں نہایت سادہ زبان میں واضح کر دیا ہے کہ قرآن واحادیث کی روشنی میں اور صحابہ کرام وفقہائے امت کے حوالے سے مندرجہ بالا چاروں قسم کے عقائد سراسر غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں سے محفوظ فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!   بشیر احمد نقشبندی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم برزخ کے اصول

"قال اللہ تعالٰی، حتٰی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلّی اعمل صالحا فیما ترکت کلّا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورآئھم برزخ الی یوم یبعثون (مومنون:۹۹، ۱۰۰)" یعنی یہاں تک کہ جب پہنچے گی ان میں سے کسی کو موت کہے گا اے میرے رب مجھ کو پھر بھیج دے (دنیا میں) شاید میں کچھ نیک عمل کرلوں، اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں۔

"عن مسروق قال سالنا عبداللہ ابن مسعود عن ھذا الآیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون، فقال ارواحھم فی اجواف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح یعنی تسیر و ترعٰی من حیث شاءت ثم تاوی الٰی تلک القنادیل" یعنی حضرت مسروق سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ہم نے سوال کیا ابن مسعود سے اس آیت کے متعلق" ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا.... " آپ نے فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں۔ ان کے لیے جنت میں عرش کے نیچے قندیل لٹکے ہوئے ہیں۔ جنت میں سیر کرتی ہیں اور چرتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اس کے بعد ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۳۰)

"قال رسول اللہ ﷺ ان ارواح المؤمنین فی طیر خضر تعلق یعنی ترعٰی بشجر الجنۃ..." پیغمبر ﷺ نے فرمایا مؤمنین کی روحیں سبز پرندوں میں چرتی ہیں جنت کے درختوں میں۔ (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۴۳)

فائدہ جلیلہ: ان دونوں آیتوں میں انعام روحانی کا ذکر ہے۔ اور حدیثوں میں انعام جسمانی کا ذکر ہے جن کا بیان آگے آرہا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ برزخ صرف روح کے لیے ہے۔ حالانکہ روح جنت میں سیر کرتی ہے اور چرتی ہے۔

اصل نمبر ۱: برزخ کی تعریف اہل لغت کے نزدیک اجمالاً "البرزخ الحاجز والحد بین الشئین" یعنی برزخ دو چیزوں کے درمیان پردہ ہے۔ (مفردات امام راغب ص ۴۲)

"ویقال ما بین الدنیا والآخرۃ من وقت الموت الی البعث فمن مات دخل البرزخ" ترجمہ: اور یہ کہا جاتا ہے کہ برزخ اس زمان اور مکان پر مشتمل ہے جو موت کے وقت سے لے کر حشر تک ہے۔ پس جو شخص مرگیا وہ برزخ میں داخل ہوگیا۔ (صراح)

برزخ کی شرعی حیثیت

"البرزخ علٰی ثلثۃ اقسام مکان وزمان وحال فالمکان من القبر الی علیین تعمرہ ارواح السعداء ومن القبر الی سجین تعمرہ ارواح الاشقیاء اما الزمان وھو مدۃ بقاء الخلق فیہ من اوّل من مات ویموت۔

الجن والانس الی یوم یبعثون واما الحال فاما منعمة واما معذبة او محبوسة حتی تخلص بالسوال من الملکین " ترجمہ: برزخ تین چیزوں سے عبارت ہے، مکان، زمان وحال۔ پس مکان قبر سے علیین تک جسے نیک روحیں آباد کرتی ہیں اور قبر سے سجین تک جسے بدکار لوگوں کی روحیں آباد کرتی ہیں اور زمان اس میں مخلوق کی بقا کی مدت جو کسی جن یا انسان کے مرنے سے شروع ہو کر اس وقت تک ہے جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور رہا حال وہ انعام یافتہ ہوگا یا عذاب دیا جائے گا یا بند کیا جائے گا حتیٰ کہ سوال وجواب نکیرین سے خلاصی پائے گا۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۷۲ علامہ سیوطی)

اصل نمبر ۲: قبر کی تعریف اہل لغت کے نزدیک: "القبر مقرّ المیت" یعنی قبر میت کے قرار کی جگہ ہے۔

(مفردات امام راغب)

"قال اللہ تعالٰی: ثم اماتہ فاقبرہ قیل معناہ الھم کیف یدفن" ترجمہ: فرمان باری تعالیٰ ہے "ثم اماتہ فاقبرہ" اس کے معنی ہیں کہ اللہ نے انسان کو الہام کیا کہ کیسے دفن کرے۔ (مفردات)

"القبر گور ودر گور کردن مقبرہ بالفتح والضم گورستان" (صراح)

ترجمہ: قبر کے معنی گڑھا اور گڑھے میں دفن کرنا ہے اور مقبرہ بہ فتح میم یا بہ ضمہ میم قبرستان کو کہتے ہیں۔

قبر کی تعریف علماء مفسرین کے نزدیک

۱...... امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں "ثم اماتہ فاقبرہ" کے تحت فرماتے ہیں: "فلم یقل فقبرہ لان القابر ھو الدافن بیدہ والمقبر ھو اللہ تعالٰی یقال قبر المیت اذا دفنہ واقبر المیت اذا امر غیرہ بان یجعلہ فی القبرہ" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے "قبرہ" نہیں فرمایا بلکہ "فاقبرہ" فرمایا کیونکہ "قابر" وہ ہوتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے دفن کرے اور "اقبر المیت" اس وقت کہا جاتا ہے جب دوسروں کو دفن کرنے کا حکم کرے۔

۲...... صاحب روح المعانی (ج ۳۰ ص ۴۴) میں فرماتے ہیں: "قال اللہ تعالٰی ثم اماتہ فاقبرہ ای جعلہ ذا قبر تواری فیہ جیفتہ تکرمة لہ ولم یجعلہ مطروحاً علی الارض یتقذر من یراہ وتقسمہ السباع والطیر اذا ظفرت کسائر الحیوان یقال قبر المیت اذا دفنہ بیدہ واقبر المیت اذا امر غیرہ بدفنہ" ترجمہ: قول باری تعالیٰ "ثم اماتہ فاقبرہ" یعنی اس کو صاحب قبر کیا، جس میں میت کی نعش کو چھپا دیا جاتا ہے اس کے اکرام کی خاطر اور اسے زمین پر نہیں پھینک دیا گیا کہ اس طرح جو دیکھے برا محسوس کرے اور پرندے و درندے جب اسے پائیں تو اسے نوچ نوچ کر کھائیں جیسا کہ دوسرے حیوانوں سے کرتے ہیں "قبر المیت" اس وقت کہا جاتا ہے۔ جب اسے اپنے ہاتھوں سے دفن کرے اور "اقبر المیت" اس وقت کہا جاتا ہے جب اسے دفن کرنے کا حکم کرے۔

۳...... صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: "قال اللہ تعالٰی ولا تقم علی قبرہ والمراد ولا تقف عند قبرہ للدفن او الزیارة والقبر فی المشہور مدفن المیت ویکون بمعنی الدفن" ترجمہ: فرمان باری تعالیٰ ہے "ولا تقم علی قبرہ" اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کی قبر کے پاس دفن کرنے یا زیارت کے لئے مت کھڑے ہوں۔ قبر کا مشہور مفہوم ہے کہ میت کو دفن کرنے کی جگہ اور دفن کرنے کے معنی بھی ہیں۔

فائدہ جلیلہ: برزخ و قبر کی تعریف سے وضاحت ہو گئی کہ برزخ قبر سے شروع ہوتی ہے علیین اور سجین تک اور قبر برزخ میں داخل ہے۔ اس وضاحت سے ان لوگوں کی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ علیین اور سجین صرف برزخ ہے اور قبر برزخ سے علیحدہ ہے اور قبر کا تعلق برزخ سے نہیں۔ صاحب اقوال مرضیہ محمد امیر بندیالوی لکھتے ہیں کہ حیات روحانی ہے نہ کہ دنیاوی بالا جساد۔ (اقوال مرضیہ ص ۲۷)

یعنی برزخ صرف وہ ہے جہاں روح رہتی یعنی علیین یا سجین اور یہ قبر برزخ سے خارج ہے۔ گویا ان کے نزدیک برزخ تنگ دائرہ ہے۔ حالانکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں برزخ وسیع دائرہ ہے قبر سے لے کر علیین یا سجین تک نہ کہ صرف علیین یا سجین برزخ ہے۔ منکرین حیات کا عقیدہ برزخ کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے رذیل عقیدے سے محفوظ رکھے۔ (آمین ثم آمین)

اب قبر کے بارے میں ان کا عقیدہ سنیں ان کے محقق محمد حسین نیلوی القول المرضی میں لکھتے ہیں کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے کہ دنیا و آخرت میں واسطہ ہے۔ مراد یہاں مدفن نہیں۔ پھر (ص ۱۰۸) پر لکھتے ہیں کہ اس سجین اور علیین کو عالم قبر کہتے ہیں۔ حالانکہ علماء اہل لغت اور علماء مفسرین اور علماء محدثین اور علماء صوفیاء سب کہتے ہیں کہ قبر میت کے دفن ہونے کی جگہ ہے اور قبر کے معنی دفن کرنا ہے۔ دفن میت ہوتی یا روح؟ ظاہر ہے کہ جس کو ہم دفن کرتے ہیں وہ میت ہے نہ کہ روح۔ یہ عقیدہ ہے اہل سنت و جماعت کا۔ اللہ تعالیٰ اس عقیدے پر قائم و دائم رکھے۔ (آمین ثم آمین)

منکرین حیات صرف برزخ اور قبر کے منکر نہیں بلکہ پانچ اصولوں کے منکر ہیں: (۱) برزخ کا انکار، (۲) قبر کا انکار، (۳) حیات میت قبر کا انکار، (۴) عذاب و انعام قبر کا انکار، (۵) سماع میت کا انکار۔

برزخ اور قبر کی وضاحت ہو چکی ہے۔ حیات میت، عذاب و انعام قبر، سماع میت ان تینوں کی اب وضاحت کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

اگر منکرین حیات سے مناظرہ کریں تو پہلے برزخ پر بحث کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ نہیں دکھا سکتے کہ برزخ صرف علیین یا سجین ہے۔ پھر مناظرہ کریں قبر پر وہ نہیں دکھا سکتے کہ قبر علیین یا سجین ہے۔ لہٰذا اس ترتیب کے ساتھ مناظرہ کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ مار کھا جائیں گے۔

احادیث نبوی ﷺ میں قبر کی تعریف

حدیث نمبر ۱: ”عن عائشۃ صدیقۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ لعن اللہ الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد“ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۷)

فائدہ جلیلہ: ظاہر ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے جو زمین پر موجود تھیں۔ علیین میں قبروں کو سجدہ کرنے کے لئے جانا بھلا کب ان کے بس کا روگ تھا۔ لہٰذا جو اس قبر کا منکر ہے وہ اس حدیث کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ انکار حدیث سے بچائے۔ آمین ثم آمین!

حدیث نمبر ۲: ”نھی رسول اللہ ﷺ ان یقعد علی القبر و ان یجصص و یبنی علیہ رواہ ابو داؤد باب

بناء علی القبور" یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبر پر بیٹھنے سے اور اسے پختہ کرنے سے اور اس پر قبہ بنانے سے منع فرمایا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ مترجم ج ۱ ص ۳۲۶)

فائدہ: جلیلہ: قبر پر بیٹھنا اسے چونے گچ کرنا یا اس پر قبہ بنانا کوئی علیین میں تو جا نہیں سکتا۔ حالانکہ آپ نے منع فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہی قبر ہے جو زمین میں کھودی جاتی ہے گویا منکرین حیات اس حدیث کے منکر ہوئے جب کہ وہ کہتے ہیں قبر علیین یا سجین ہے۔

حدیث نمبر ۳: "عن عمرو بن حزم قال رآنی النبی ﷺ متکئاً علی قبر فقال لا توذ صاحب هذا القبر" یعنی عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے بیٹھے دیکھا تو فرمایا کہ صاحب قبر کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹)

فائدہ: قبر پر تکیہ لگا کر بیٹھنا یہ دنیا میں ہو سکتا ہے نہ کہ علیین یا سجین میں۔ منکرین حیات اس حدیث کے منکر ہیں۔ بیشمار حدیثیں ہیں کہ حضور ﷺ نے اسی دنیا کی قبر کو قبر فرمایا ہے۔ ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی کہ آپ نے فرمایا ہو کہ قبر علیین ہے یا سجین۔ یہ منکرین حیات کی اپنی اصطلاح ہے کہ قبر علیین ہے یا سجین۔ اللہ تعالیٰ ایسے رذیل عقیدے سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اصل نمبر ۳: اعادہ روح کا محل قبر ہے۔

حدیث نمبر ۱: "ویعاد روحه فی جسده ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان من ربک فیقول هاه هاه لاادری الخ" یعنی پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے جس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ جواب دیتا ہے افسوس افسوس امیں نہیں جانتا۔ یہ حدیث کافر کے بارے میں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر ص ۱۴۲)

حدیث نمبر ۲: "فیقول الله عزوجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوه الی الارض فانی منها خلقتهم وفیها اعیدهم ومنها اخرجهم تارة اخری قال تعاد روحه فی جسده فیاتیه ملکان فیقولان له من ربک۔ الخ" (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۴۲)

یعنی یہاں تک کہ مومن کی روح کو ساتویں آسمان تک پہنچایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا نام اور اعمال علیین میں درج کر دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اسے زمین سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دوں گا اور اسی میں سے دوبارہ اسے اٹھاؤں گا۔ پس اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ یہ حدیث مومن کے بارے میں ہے۔ ان دو حدیثوں سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

۱...... علیین سجین دفتر اعمال ہیں۔

۲...... روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ جسم زمین پر ہے اور قبر میں ہے نہ کہ علیین یا سجین میں۔

۳...... اس اعادہ کے بعد جسم مع الروح کو بٹھایا جاتا ہے اور فرشتے سوال کرتے ہیں۔ حدیث کی حیثیت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم سمیت تمام محدثین کرام اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں اور اس کی سند کے تمام راویوں سے

احتجاج کرتے ہیں کسی راوی کو مجروح نہیں کہا اور تمام محدثین نے ثواب اور عذاب قبر اور دیگر اہم مسائل قبر کے بارے میں احادیث کو حجت اور دلیل تسلیم کیا ہے۔ منکرین حیات اعادہ روح کے انکار کی وجہ سے احادیث صحیحہ متواترہ کے منکر ہوتے ہیں۔ حدیث صحیح متواتر کا انکار کفر ہے۔ آگے ان شاء اللہ العزیز بیان آئے گا۔

اصل نمبر ۴: اعادہ روح پر پوری امت کا اجماع ہے۔

۱...... امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث میں اعادہ روح جسم کی طرف کی تصریح ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۹۸)

۲...... علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث نص صریح ہے کہ اعادہ روح کا بدن کی طرف۔ (کتاب الروح ص ۵۲)

۳...... مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ صاحب نبراس فرماتے ہیں احادیث اعادہ روح پر صحیحہ ناطقہ ہیں۔ (نبراس ص ۳۲۲)

۴...... علامہ سیوطی رحمہ اللہ (شرح الصدور ص ۶۰) پر لکھتے ہیں: "ان الاحادیث مصرحة باعادة الروح الی البدن عند السوال" یعنی قبر میں روح کا جسم میں لوٹایا جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے جو تمام مردوں کے لئے ہے۔

فائدہ جلیلہ: عود روح کے متعلق احادیث متواترہ صاف اور صریح موجود ہیں اس پر اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے عود روح کا منکر صحیح حدیث کا منکر ہے۔ اس کا اہلسنت و جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

اصل نمبر ۵: سوال و جواب نکیرین کا محل قبر ہے۔

۱...... "قال رسول اللہ ﷺ اتاہ ملکان فیقعدانه فیقولان ما کنت تقول فی هذا الرجل۔ متفق علیه" یعنی حضور ﷺ نے فرمایا اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، بٹھلاتے ہیں اور کہتے ہیں اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۴۴ مترجم)

۲...... "قال رسول اللہ ﷺ یاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول ربی اللہ فیقولان له ما دینک فیقول دینی الاسلام۔ الخ" (مشکوٰۃ مترجم ص ۴۸)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے، پھر وہ فرشتے سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر)

ان حدیثوں میں منکرین حیات کی سخت تردید ہوگی، کیونکہ وہ کہتے ہیں نکیرین کا سوال و جواب علیین یا سجین میں روح سے ہوتا ہے نہ اس کی قبر میں میت سے اس عقیدہ سے انکار حدیث لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انکار حدیث سے بچائے۔ آمین ثم آمین!

اصل نمبر ۶: ثواب و عذاب قبر کا محل یہ دنیا والی قبر ہے۔

"فلما صلّی علیه یعنی سعد بن معاذ رسول اللہ ﷺ ووضع فی قبره وسوّیٰ علیه سبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلاً ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبره حتی فرجه اللہ عنه" (مشکوٰۃ مترجم باب اثبات عذاب القبر ص ۴۸)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ کا جنازہ پڑھا اور ان کو قبر میں رکھ دیا گیا اور اس پر مٹی ڈالی گئی، تسبیح کہی رسول اللہ ﷺ نے اور تسبیح کہی ہم نے دیر تک پھر تکبیر کہی آپ نے اور تکبیر کہی

ہم نے۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے تسبیح کیوں کہی، پھر تکبیر۔ آپ نے فرمایا کہ اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو فراخ کر دیا۔

اور بھی کافی حدیثیں ہیں اس مضمون پر۔ جو شخص اس قبر کا منکر ہے وہ اس قبر کے عذاب وثواب کا منکر ہے جو عذاب وثواب قبر کا منکر ہے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اس کا آگے بیان آرہا ہے۔

اصل نمبر ۷: عذاب وثواب قبر کا عقیدہ رکھنا ضروریات دین سے ہے۔

۱...... ''لاتجوز الصلوٰۃ خلف منکر الشفاعۃ والرویۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتواتر ھذہ الامور عن الشارع ﷺ'' حضرات فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں یعنی شفاعت رویت باری تعالیٰ اور عذاب قبر اور کراما کاتبین کے منکر کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ ان امور کا انکاری ہے جو بطور تواتر اور توارث کے شارع ﷺ سے ثابت ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۴۹)

۲...... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا منکرین عذاب قبر کو معتزلہ میں شمار کیا جاتا ہے: ''جھل المبتدع کالمعتزلۃ ما نفی ثبوت الصفات الزائدۃ وعذاب القبر والشفاعۃ'' (شامی ج ۱ ص ۴۰۵)

معتزلہ مبتدعین کی جہالت ہے کہ ثبوت زائدہ صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں عذاب قبر (یعنی دنیا والی قبر) اور شفاعت کے منکر ہیں گویا مفتیوں کا فتویٰ ہے کہ حیات قبر کا منکر جو ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کفر کے درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا آج کل جو منکرین حیات ہیں ان کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اصل نمبر ۸: عذاب وثواب قبر کا اجماعی عقیدہ ہے۔

۱...... ''انعقد الاجماع علی ان عذاب القبر علی روح وجسد معاً'' یعنی امت بر حق کا اجماعی عقیدہ ہے کہ عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۷۷)

۲...... ''وقد سئل شیخ الاسلام عن ھذہ المسئلۃ ونحن نذکر لفظ جوابہ فقال بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعاً'' (کتاب الروح ص ۶۲)

یعنی اس مسئلہ کے بارے میں شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) سے سوال کیا گیا اور ہم ان کے الفاظ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عذاب اور انعام روح اور بدن دونوں کے لئے ہیں۔

۳...... ''وفی القبور یشترک الروح والجسد فی العذاب'' (شرح الصدور ص ۹۴ مصنفہ علامہ سیوطی)

یعنی قبروں میں روح اور جسم عذاب میں شریک ہیں۔

۴ ''ان عذاب القبر ونعیمہ للجسد والروح جمیعاً'' یعنی عذاب قبر اور قبر کی نعمتیں جسم اور روح دونوں کے لئے ہیں۔ (شفاء السقام ص ۱۹۴، مصنفہ علامہ سبکی)

فائدہ جلیلہ: جو شخص عقیدہ رکھتا ہے کہ عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے بدن کو نہیں ہوتا اجماع امت کا منکر ہے۔ جو اجماع امت کا منکر ہے وہ کافر ہے اور اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔

اصل نمبر ۹: تعلق روح کا جسم کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔

۱...... ''اعلم ان اتصال الروح بالبدن لا یختص بجزء دون جزء بل متصلۃ مشرقۃ علی سائر اجزائہ وان تفرقت وکان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب'' (روح المعانی ج۱۵، ص ۱۹۳)

یعنی خوب سمجھ لو کہ بدن کے ساتھ روح کا اتصال ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ اتصال متصل ہے اور تمام اجزاء بدن میں پہنچ جاتی ہے خواہ ایک جزو مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں یعنی اجزاء بدن خواہ کتنے ہی باریک بکھرے ہوئے ہوں روح کا تعلق واتصال ان تمام اجزاء سے ہوتا ہے۔

۲...... ''قال اصحابنا ولا یمنع من ذالک کون المیت قد تفرقت اجزائہ کما نشاھدہ فی العادۃ او اکلہ السباع او حیتان البحر او نحو ذالک فکما یعیدہ للحشر وھو سبحانہ وتعالٰی قادر علی ذالک فکذا یعید الحیات الی اجزاء بدنہ وان اکلہ السباع والحیتان'' (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۵)

ہمارے اہلسنت وجماعت کے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس امر میں کوئی منع نہیں کہ اگر میت کے اجزاء بدن بکھر جائیں جیسا کہ ہمارے مشاہدے میں آتا ہے یا اسے درندے کھا جائیں یا مچھلیاں نگل جائیں یا ایسی ہی کوئی بات یا صورت پیش آئے تو جس طرح اللہ تعالیٰ حشر میں روح کو لوٹائے گا اور اس پر قادر ہے اسی طرح وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ بدن کے کسی حصے میں حیات پیدا کردے۔ اگرچہ اسے درندے کھا گئے ہوں یا مچھلیاں نگل گئی ہوں۔

فائدہ جلیلہ: سلف صالحین کا عقیدہ جو مندرجہ بالا اقوال میں پیش کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱...... عودِ روح الی البدن حق ہے۔

۲...... سوال نکیرین اور عذاب قبر حق ہے۔

۳...... روح کا تعلق بدن مدفونہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تمام اجزاء کے ساتھ ہوتا ہے اگرچہ اجزاء بکھر جائیں۔

۴...... صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کرام اور سلف امت کا اس پر اتفاق ہے۔

۵...... اہل سنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قبر میں اجساد مدفونہ میں عودِ روح ہوتا ہے اور عذاب وثواب قبر حق ہے۔ منکرین حیات کا قاعدہ کلیہ ختم ہو گیا جس پر ان کی بنیاد ہے کہ وہ جل کر راکھ ہو جائے یا پانی میں ڈوب جائے یا مچھلیاں نگل جائیں یا درندے کھا جائیں اس کی قبر کہاں ہے۔ جب ان کی قبر ہی نہیں حیات قبر ختم۔ جب حیات قبر ختم عذاب اور ثواب قبر ختم۔ لہٰذا علیین یا سجین وہ ہے جہاں روح رہتی ہے۔ کیونکہ روح کو بقاء ہے۔ عذاب وثواب اسی کو ہوگا۔ بدن کو بقا نہیں اس لئے اس کو کوئی عذاب وثواب نہیں۔ یہ عقیدہ ہے منکرین حیات کا العیاذ باللہ! سراسر مخالف ہے اہل سنت وجماعت کے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بدن کے ہر جزو کے ساتھ روح کا تعلق ہے۔ خواہ اجزاء بکھرے ہوئے ہوں یا جمع ہوں۔ خواہ ایک جزو مشرق میں ہو دوسری جزو مغرب میں ہو۔ صاحب روح المعانی اور علامہ نووی اس نقطہ کو نہ پہنچ سکے جس کو آج کل کے منکرین حیات پہنچ گئے۔ منکرین حیات کو اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ صاحب روح المعانی اور علامہ نووی کی ایک خاص رائے ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں۔ ہم یوں جواب دیں گے کہ آج کل جو منکرین حیات ہیں ان کی خاص رائے ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں۔ صاحب روح المعانی اور علامہ نووی تو اہل سنت وجماعت کے ترجمان ہیں۔

اصل نمبر ۱۰: صحت حیات کے لئے انسانی ڈھانچہ محفوظ ہونا شرط نہیں۔ اہل سنت وجماعت کی تحقیق کے مطابق علم، کلام، تلذذ، درد وغیرہ کے لئے وجود کا پورا ڈھانچہ ہونا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بدن کے ذرات سے روح کا تعلق قائم کرا کے سنا سکتا ہے لیکن معتزلہ منکرین حیات کا مذہب یہ ہے کہ ان تمام امور کے لئے وجود کا صحیح ہونا شرط ہے۔

سماع موتی پر اہل سنت کے دلائل

۱...... ''قال اللہ تعالیٰ واستمع یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق قال یقف اسرافیل علی صخرۃ بیت المقدس ویقول یا ایتھا العظام النخرۃ والجلود المتفرقۃ والاشعار المنقطعۃ ان اللہ یأمرکم ان تجتمعن لفصل الخطاب'' (تفسیر مظہری ج ۹ ص ۷۷)

اور توجہ سے سنئے! جس دن پکارنے والا پاس سے پکارے گا۔ جس دن وہ ایک چیخ کو بخوبی سنیں گے۔ فرمایا کہ اسرائیل بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے بوسیدہ ہڈیو اور چورہ چورہ کھالو اور بکھرے ہوئے کٹے ہوئے بالو اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے اکٹھے ہو جاؤ۔

۲...... ''قال اللہ تبارک وتعالیٰ رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی۔ الخ (بقرہ: ۲۶۰)''

اے میرے رب مجھ کو دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا فرمایا کیا تم یقین نہیں لاتے کہا کیوں نہیں۔ لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ فرمایا تو چار پرندے پکڑ لے پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کر، پھر ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے۔ الخ!

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں: ''احتج اصحابنا لھذہ الآیۃ علی ان البنیۃ لیست بشرط فی صحت الحیات وذالک لانہ تعالیٰ جعل کل واحد من تلک الاجزاء والابعاض احیاء فاھماً لنداء قادراً علی السعی والعدو فدلّ ذالک علی ان البنیۃ لیست بشرط فی صحت الحیات ولما دلت الآیۃ علی حصول فھم النداء والقدرۃ علی سعی تلک الاجزاء حال تفرقھا کان دلیلا قاطعاً علی ان البنیۃ لیست بشرط للحیات۔'' (تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۹۱۲)

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں ہمارے اہل سنت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ صحت حیات کے لئے انسانی ڈھانچہ کا محفوظ ہونا شرط نہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اجزاء اور حصوں کو زندہ کیا انہوں نے ابراہیم ﷤ کی آواز سنی، دوڑنے پر قدرت حاصل ہوئی۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حیات کے لئے پورے جسم کا محفوظ ہونا شرط نہیں اور جب یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ان اجزاء میں نداء کا فہم اور دوڑنے کی قدرت حاصل ہوئی جب کہ وہ بکھرے ہوئے تھے تو یہ قطعی دلیل ہے اس امر کی کہ حیات کے لئے انسانی ڈھانچہ کا محفوظ ہونا شرط نہیں۔ منکرین حیات کی خوب تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ علم، سماع، کلام، درد اور تلذذ کے لئے وجود کا صحیح ہونا شرط ہے۔ حالانکہ وجود کا صحیح ہونا شرط نہیں علم، سماع وغیرہ کے لئے۔ جب کہ ابراہیم ﷤ نے پرندوں کو نداء کی۔ اس وقت ان کا ڈھانچہ صحیح سالم نہیں تھا بلکہ بکھرے ہوئے تھے ان کے اجزاء اور اسی طرح اسرائیل ﷤ بیت المقدس

کے صخرہ پر کھڑے ہو کر کہیں گے۔ اے بوسیدہ ہڈیو اور چورہ چورہ کھالو اور بکھرے ہوئے کٹے ہوئے بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے اکٹھے ہو جاؤ۔ حالانکہ یہاں بھی ڈھانچہ صحیح سالم نہیں۔ لیکن اسرافیل نداء کر رہے ہیں ان کو۔ لہٰذا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ صحیح ہو گیا کہ عذاب وثواب وسماع وکلام وتلذذ و درد کے لئے ڈھانچہ کا صحیح سالم ہونا شرط نہیں۔

نمبر ۱۱ سماع موتٰی: ''جعل لکل دار احکام تختص بھا رکب ھذا الانسان من بدن ونفس وجعل احکام دار الدنیا علی الابدان والارواح تبعاً لھا وجعل احکام البرزخ علی الارواح والبدن تبعاً لھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر عالم کے احکام جدا بنائے ہیں جو اسی عالم سے مختص ہیں اور انسان کو روح اور جسم سے مرکب کیا اور دنیا کے احکام بدن پر جاری کئے اور ارواح اس کے تابع ہیں اور برزخ کے احکام ارواح پر جاری کئے اجسام ان کے تابع ہیں جیسا کہ احکام دنیا میں ارواح تابع اجسام ہیں۔ (کتاب الروح علامہ ابن قیم ص ۷۸)

سماع موتٰی پر قرآن سے دلائل

۱...... ''واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتٰی سے عزیز الحکیم تک'' (ج ۱ ص ۳۲۹)

یعنی یاد کر جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار مجھ کو دکھا کہ تو مردے کس طرح زندہ کرے گا فرمایا تم یقین نہیں لاتے، کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ فرمایا تو پرندے پکڑ لے۔ پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لو۔ پھر ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے، پھر ان کو بلا تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ الخ!

اس کے تحت علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں: ''لانہ تعالٰی جعل کل واحد من تلک الاجزاء والابعاض احیاء فاھماً لنداء قادر علی السعی والعدو'' یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر جزء میں حیات پیدا کی۔ آواز کی سمجھ پیدا کی اور دوڑ کر آنے کی قدرت پیدا کی۔

فائدہ: ان پرندوں کے اجزاء جو متفرق تھے ندا کو سنا، سمجھا اور دوڑ کر حاضر ہوئے۔ اگر سننے اور سمجھنے کی نفی کریں گے تو دوڑ کر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اجزاء کا حاضر ہو جانا تسلیم کریں تو سننا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ منکرین حیات کی خوب تردید ہو گئی کہ کہتے ہیں جب انسان ہڈیاں ہو گیا وہ کیسے سن سکتا ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو سوال نہیں کیا کہ اے باری تعالیٰ! میں کیسے نداء کروں وہ تو ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں اور میری بات کو کس طرح سن سکتے ہیں۔ اگر یہ جرأت ہوئی تو آج کل کے منکرین حیات کو ہوئی کہ مردے کس طرح سن سکتے ہیں۔ جب کہ انسان چورے چورے ہو گیا اور اس کا ڈھانچہ باقی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ ایسے رذیل عقیدے سے محفوظ فرمائے۔ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہو گیا مسئلہ سماع موتٰی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیفیت دریافت کر رہے ہیں کہ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اے باری تعالیٰ نہ کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا جس طرح کہ منکرین سماع موتٰی تاویل کر لیتے ہیں کہ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

۲...... ''وتولّٰی عنھم وقال یا قوم لقد ابلغتکم رسالت ربی ونصحت لکم ولکن لا تحبون الناصحین

(اعراف: ۹۳) ’’یعنی حضرت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمایا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچایا اور تمہاری خیر خواہی کی، لیکن تم نے خیر خواہوں کو پسند نہیں کیا۔

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’قال لھم صالح علیہ السلام ذالک بعد ھلاکھم توبیخاً وھم یسمعون ذالک کما فی الصحیحین ان رسول اللہ ﷺ قال یا ابا جھل بن ھشام یا عقبۃ بن ربیعۃ یا شیبۃ بن ربیعۃ یا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا وجدت ما وعدنی حقاً فقال لہ عمر یا رسول اللہ! ما تکلم من اقوام قد جیفوا فقال والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکن لا یجیبون‘‘

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۰)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان سے یہ خطاب بطور توبیخ کیا وہ سن رہے تھے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا اے ابوجہل! اے عقبہ! اے شیبہ! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تم کو جو وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے، حق پایا۔ جو مجھے وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے میں نے تو حق پایا۔ پس عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ کلام کرتے ہیں ان قوموں سے جو مر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔

فائدہ: اگر قوم حضرت صالح علیہ السلام کی یہ توبیخ نہیں سن رہی تھی تو آخر اس کہنے سے غرض کیا تھی۔ اگر وہ مر کر پتھر ہو گئے تھے تو پتھر کو خطاب کرنے کا فائدہ کیا تھا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی وضاحت کر دی۔ حدیث سے آپ ﷺ نے بدر کے مقام پر کافروں کو خطاب و ندا کر کے پوچھا اے کافرو! کیا تم کو جو وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے حق پایا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: کیا یہ کافر مردار سن رہے ہیں یا رسول اللہ! جن کو آپ خطاب و ندا کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا قسم اٹھا کر تم زیادہ نہیں سنتے ان سے بلکہ وہ زیادہ سن رہے ہیں۔ دونوں حضرات سے مسئلہ سماع موتی حل ہو گیا۔ منکرین سماع موتی کا ایک دھوکا ہے اس سے بچ کنارہنا چاہئے۔ عوام الناس تو کہتے ہیں جو آپ ﷺ نے کلام فرمائی بدر کے مردوں سے یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا ہم ان سے سوال کرتے ہیں۔

۱...... بدر کے مقام پر معجزہ کا طالب کون تھا؟ اس کی وضاحت کریں۔

۲...... اگر یہ معجزہ تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیوں کیا؟ کیا معجزے پر اعتراض کرنا کفر نہیں۔ واقعی کفر ہے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان کہاں گیا۔ کچھ تو شرم و حیا کرو۔ ہماری بات نہیں مانتے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات تو مانو۔

۳...... اگر یہ معجزہ تھا تو آپ ﷺ خود بیان فرما دیتے کہ مردے تو نہیں سنتے لیکن یہ میرا معجزہ ہے۔ اگر کسی حدیث میں یہ مفہوم ہے تو آپ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ دکھائیں۔

۴...... اگر یہ معجزہ تھا تو آپ ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں قسم اٹھا کر یوں کیوں فرمایا تم کم سنتے ہو وہ زیادہ سنتے ہیں۔ بلکہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اجماع امت ثابت کیا سماع موتی پر۔ عربی عبارت کا مفہوم یہ ہے موتی کو سلام کہنا مشروط کیا گیا ہے اور ایسے شخص کو سلام کہنا جو نہ شعور رکھتا ہو نہ سلام کہنے والے کو جانتا ہو یہ تو محال ہے اور آپ ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ جب قبروں پر گزرا کرو تو سلام کہو یہ سلام خطاب و ندا ہے۔ یہ دونوں

موجود کے لئے ہیں جو سنیں اور سمجھیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ خطاب ونداء معدوم اور پتھر کو ہوگا۔ یہ محال ہے بلکہ سلف صالحین کا سماع موتٰی پر اجماع ہے۔ کیونکہ متواتر روایات میں آچکا ہے کہ میت زندہ زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

دلیل نمبر ۳: حضرت شعیب علیہ السلام کا خطاب اس قسم کا ہے ''یٰقوم لقد ابلغتم رسٰلٰت ربی و نصحت لکم فکیف اٰسٰی علٰی قوم کافرین (اعراف: ۹۱)'' یعنی اے میری قوم تحقیق میں نے اپنے کے احکام پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ پھر میں قوم کافرین پر کیونکر غم کھاؤں۔

''فان قیل کیف خاطبھم بقولہ ابلغتکم بعد ما اھلکو بالرجفۃ قیل کما خاطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قتلٰی بدر بعد ما القوا فی القلیب رواہ البخاری و مسلم'' یعنی سوال اگر یہ کہا جائے کہ ہلاکت کے بعد یہ خطاب کیسے کیا۔ جواب دیا جائے گا جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر سے خطاب کیا جب کہ وہ قلیب بدر میں ڈالے گئے۔ منکرین حیات کی خوب تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ سماع موتٰی کے قائل کافر ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک! تین انبیاء علیہم السلام نے جو مردوں کو خطاب ندا کے ساتھ جو کلام کیں وہ قائل تھے سماع موتٰی کے کیا وہ کافر ہوئے۔ اگر ہاں کہتے ہیں تو کافر بنتے ہیں۔ اگر نہ کہتے ہیں تو مسئلہ سماع ثابت ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۴: ''قالوا یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا (یٰسین: ۵۲)'' یعنی کہیں گے کافر اے افسوس! کس نے ہمیں خواب گاہ سے اٹھایا۔

''فھو یشعر الحیاۃ لان الرقاد للحیّ'' (شفاء السقام ص ۲۰۴)

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول میت کی حیات کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ نیند زندہ کے لئے ہے۔

فائدہ: جب حیات ہے تو مدرکات حیات فہم کلام سماع ثابت ہوگئے۔ سماع موتٰی پر اور بھی کافی آیات ہیں لیکن ان چار آیات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ العاقل تکفیہ الاشارۃ یعنی عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔

احادیث نبوی اور سماع موتٰی

دلیل نمبر ۱: ''عن عائشۃ صدیقۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور قبر اخیہ و یجلس عندہ الا استانس بہ ورد علیہ حتی یقوم'' (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جائے زیارت کے لئے اور اس کے پاس بیٹھے تو صاحب قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

فائدہ: منکرین حیات سماع موتٰی کا سہارا لیتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا وہ سماع موتٰی کے قائل نہیں تھیں وہ سہارا بھی ختم ہوگیا۔ آپ رضی اللہ عنہا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرما رہی ہیں میت مانوس ہوتا ہے اس شخص سے جو اس کی قبر کی زیارت کرے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے مانوس ہونا اور جواب دینا یہ دونوں دلالت کرتے ہیں سماع موتٰی پر گویا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کا رجوع ثابت ہوگیا سماع موتٰی کی طرف۔

ودریں حدیث دلیلے واضح است بر حیات میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحان۔ (لمعات ج۱ ص ۷۶۷)

اور اس حدیث میں واضح دلیل ہے میت کی حیات پر۔

دلیل نمبر ۲: ”عن عائشة صدیقة قالت کنت ادخل البیت فاضع ثوبی فاقول هو ابی وزوجی فلما دفن عمر معهما مادخلته الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر“ (مشکوٰۃ شریف ج۱ ص ۱۵۴)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حجرے میں پردہ کے بغیر داخل ہوا کرتی تھی اور کہتی کہ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد ہیں۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر پردہ کبھی داخل نہیں ہوتی۔ ”حیاء من عمر اوضح دلیل علی حیاة المیت“ (حاشیہ مشکوٰۃ)

حیاء من عمر میں میت کی زندگی کی واضح ترین دلیل ہے۔

”قال الطیبی فیه ان احترام المیت کاحترامه حیاً“ طیبی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس امر کی کہ میت کا احترام اس طرح کیا جائے جیسا کہ زندگی میں کیا جاتا تھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۴ ص ۱۱۷)

اس امر کی دلیل ہے کہ زیارت میت کے وقت اس کا احترام کیا جائے بالخصوص نیکوکاروں کا۔

منکرین حیات کی خوب تردید ہوگئی، کیونکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حیات میت کی قائل ہیں اور علم میت کی قائل ہیں۔ جب حیات میت اور علم میت دونوں ثابت ہوگئے، سماع میت خود بخود ثابت ہوگیا۔ کیونکہ جاننا موقوف ہے سننے پر۔ جب کوئی سنا نہیں وہ جانے کیسے۔ گویا چار اشیاء تو ثابت ہوگئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔ (۱) حیات میت (۲) عذاب قبر وانعام قبر (۳) سماع موتی (۴) قبر یہی ہے جو دنیا میں کھودی جاتی ہے نہ کہ علیین یا سجین۔ منکرین حیات ان چاروں چیزوں کے منکر ہیں۔

دلیل نمبر ۳: ”عن ابی هریرة قال قال ابو رزین یا رسول الله ﷺ ان طریقی علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم قال قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء الله بکم لاحقون۔ قال ابو رزین یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا ای جوابا یسمعه الحی والا فهم یردون حیث لا نسمع“ (مرقاۃ ج۴ ص ۱۱۴)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ابو رزین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میرا گزر مردوں کے پاس سے ہوتا ہے کیا کوئی کلام ہے کہ وہاں سے گزرتے وقت پڑھوں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا السلام علیکم......الخ کہا کرو۔ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ سنتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ سنتے ہیں لیکن جواب کی طاقت نہیں رکھتے ایسا جواب جو زندہ آدمی سن سکے ورنہ وہ جواب دیتے ہیں۔ مگر ہم سن نہیں سکتے۔

فائدہ: اس حدیث میں آپ ﷺ نے سماع موتی کی وضاحت کردی اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن منکرین حیات اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک راوی محمد بن اشعث ہے جو غیر معروف ہے اور عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ اعتراض کرنے والا صاحب شفاء الصدور ہے۔ (ص ۸۵)

جواب نمبر۱: یہ جرح مبہم ہے جب تک جرح مفصل نہ ہو صرف لا یعرف کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

جواب نمبر ۲: عقیلی کی جرح قابل اعتبار نہیں۔ دیکھیے (السعی المشکور ص ۷۳ و ۲۷۴)

جواب نمبر ۳: خود عقیلی نے اس حدیث کا استخراج کیا ہے اگر یہ غیر محفوظ تھی تو عقیلی نے ایسا کیوں کیا چنانچہ (شرح الصدور ص ۸۴) پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: ''اخرج العقیلی عن ابی ھریرۃ قال قال ابورزین یا رسول اللہ ﷺ ان طریقی علی الموتٰی الٰی آخرہ''

دلیل نمبر ۴: ''عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولّٰی وذھب اصحابہ حتی انہ لیسمع قرع نعالھم'' (رواہ البخاری ج ۱ ص ۱۷۸ باب المیت یسمع خفق النعال)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی گھر کو لوٹتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

''وفیہ دلالۃ علی حیات المیت فی القبر لان الاحساس بدون الحیاۃ ممتنع عادۃ'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۱۹۸) اور اس حدیث میں قبر میں میت کی حیات کی دلیل ہے کیونکہ احساس بغیر حیاۃ کے عادۃً مشکل ہے اس حدیث میں منکرین حیاۃ کی خوب تردید کی گئی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع موتٰی کا باب باندھ کر سماع موتٰی کی حدیث بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ میت قبر میں اوپر والوں کی بات سنتی ہے اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ منکرین حیات کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ منکرین حیات ایک حدیث پیش کریں جس میں لفظ لایسمع المیت ہو۔ ہم ان کے مسلک کو قبول کریں گے اور ان کے مشکور ہوں گے۔

دلیل نمبر ۵: حضرت عمرو بن العاص نے بیٹوں کو وصیت فرمائی: ''ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر الجزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع رسل ربی'' (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۱۴۹)

یعنی پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر رکنا جتنی دیر اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس پکڑوں اور جان لوں کہ میرے رب کے بھیجے ہوئے کیسے لوٹتے ہیں۔

اس حدیث میں دو لفظ ہیں انس اور علم جو موقوف ہیں سننے پر۔ جب سننا ثابت نہیں تو انس اور علم کا کیا مطلب ہے؟ منکرین حیات وسماع موتٰی کو توبہ کرنی چاہئے۔ واضح آیات اور حدیثوں کا انکار لازم آتا ہے۔

دلیل نمبر ۶: ''فمرّ علی قبرھا فقال ما ھذا القبر فقالوا ام محجن قال التی تقم المسجد قالوا نعم وصف الناس فصلی علیھا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یا رسول اللہ اتسمع فقال ما انتم باسمع منھا اجابتہ تقم المسجد'' (الترغیب ج ۱ ص ۱۹۷)

آپ ﷺ کا ایک نئی قبر پر گزر ہوا۔ پوچھا یہ کس کی قبر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ قبر ام محجن کی ہے۔ فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کیا جی ہاں! پھر صف باندھی اور نماز جنازہ پڑھا۔ پھر آپ ﷺ نے ام محجن سے سوال کیا تو نے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ آپ ﷺ کی آواز سن رہی ہے۔ فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جواب دے رہی ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینے کو افضل عمل پایا۔ کتنی واضح دلیل ہے سماع میت پر اگر منکرین حیات نہ مانیں تو ان کی بدقسمتی ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سماع موتی پر اجماع ثابت کیا ہے ''وقد شرع السلام علی الموتی والسلام علی من لم یشعر ولا یعلم بالمسلم محال وقد علّم النبی ﷺ امته اذا رأو القبور ان یقول دار قوم مؤمنین۔ الخ فھذا السلام والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل ولولا ھذا الخطاب لکانوا بمنزلة الخطاب المعدوم واجماع السلف مجموعون علی ھذا وقد تواترت الآثار عنھم بالمیت یعرف بزیارة الحی له ویستبشر'' (ابن کثیر ص ج ۳ ص ۴۳۸)

اور موتی کو سلام کہنا مشروع کیا گیا ہے اور ایسے شخص کو سلام کہنا جو شعور نہ رکھتا ہو اور سلام کہنے والے کو نہ جانتا ہو محال (یعنی مشکل) ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ جب قبریں دیکھو تو سلام کہو یہ سلام خطاب اور ندا ہے، موجود کے لئے جو سنے اور سمجھے اور اسے خطاب کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ خطاب معدوم اور پتھر کو ہوگا اور سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور متواتر روایات میں آچکا ہے کہ میت زندہ زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ جیسا کوئی محقق نہیں۔ آپ فرما رہے ہیں پوری امت کا اجماع ہے سماع موتی پر۔ منکرین حیات کے پاس ایک حدیث صریح نہیں عدم سماع موتی پر۔ ہمارے پاس درجن کے درجن احادیث ہیں اور قرآن مجید میں دس آیات ہیں جو دلالت کر رہی ہیں سماع موتی پر۔ بڑا افسوس کہ وہ الٹا ہمیں کافر اور مشرک کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود منکر ہیں۔ ایک دعوٰی ان کا یہ بھی ہے کہ قبر میں مردے کو حیات اور سماع نہیں خواہ نبی ہے یا غیر نبی۔ دلائل پیش کرتے ہیں کہ دنیا میں موت آچکی ہے۔ حالانکہ موت کا کون منکر ہے موت تو اگلے جہان میں پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اگر آپ میں دم خم ہے تو عدم حیات قبر اور سماع میت پر کوئی واضح دلیل پیش کریں کہ کوئی قبر والا زندہ نہیں اور کوئی قبر والا نہیں سنتا۔

دلیل نمبر ۷: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں ایک نوعمر جوان کا، جس کا مفہوم یہ ہے ایک جوان مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک عورت اس پر مائل ہوگئی اور اس نوجوان کو برائی کی دعوت دی۔ یہ سلسلہ جاری رہا حتی کہ قریب تھا کہ اس کے گھر میں داخل ہوتا پس اس نوجوان کو یہ آیت یاد آئی: ''ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف الخ (اعراف: ۲۰۱)'' تو غشی کھا کر گر پڑا۔ پھر کچھ افاقہ ہوا۔ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا اور فوت ہوگیا۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے آئے وہ رات کو دفن کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر گئے اور اپنے ساتھیوں سمیت دعا کی۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے جوان! جو شخص اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں تو قبر سے اس نے جواب دیا کہ اے عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ دونوں چیزیں میرے رب نے جنت میں مجھے دو دفعہ دی ہیں۔ (ابن کثیر رحمہ اللہ ج ۲ ص ۲۷۴)

اس واقعہ میں تردید ہوگئی منکرین حیات وسماع میت کی کہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سماع موتی کے قائل نہیں تھے۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ ندا کر رہے ہیں میت کو جو قبر میں جا چکا ہے اور میت نے قبر سے جواب دیا۔

دلیل نمبر ۸: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بعد وفات کے دیکھا اور پوچھا ابا جان آپ

پر کیا گزری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرے پاس دو فرشتے آئے قبر میں مجھے کہا تیرا رب کون ہے، تیرا نبی کون ہے؟ میں نے کہا اللہ میرا رب ہے اور محمد ﷺ میرا نبی ہے اور بتاؤ تمہارا رب کون ہے؟ تو ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا تو اس نے کہا یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ وہ لوٹ گئے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۳۴۱)

فقہائے کرام کا عقیدہ سماع موتی کے بارے میں

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا عقیدہ سماع موتی کے بارے میں:

۱...... منکرین سماع موتی کا قول احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ میت سلام کہنے والے کا سلام سنتا ہے سلام کا جواب دیتا ہے اور زندہ آدمیوں کی کلام سمجھتا ہے اور ایسی احادیث صحیحین وغیرہ میں روایت کی گئی ہیں۔ (حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۳)

۲...... مختصر یہ کہ میت کے سماع اس کے ادراک فہم اور علم کی نفی کی کوئی قوی دلیل موجود نہیں ہے نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول ﷺ میں بلکہ احادیث صحیحہ اور صریحہ تو سماع میت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں حق بات یہ ہے کہ نفی سماع کی ساری باتیں مشائخ کی تقریریں ہیں اور ان کی توجیہات ہیں اور محض تکلفات ہیں ان پر کوئی اعتبار نہیں جب کہ احادیث صحیحہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار صریحہ ان کی مخالفت میں موجود ہیں۔

(حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۴)

فائدہ جلیلہ: ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ فقہاء کرام نے جس سماع کی نفی کی ہے وہ سماع عرفی ہے۔ یمین کے بارے میں جس کا تعلق اس دنیا سے ہے۔ سماع حقیقی کی نفی نہیں۔ فقہاء کے ان عبارات کو نفی سماع حقیقی پر محمول کرنا صریح دھوکا ہے۔

۳...... اور جہاں تک ہمارے ائمہ کرام کا معاملہ ہے وہ ان امور کے انکار سے بیزار ہیں۔ انہوں نے میت کو مارنے، اس سے کلام کرنے وغیرہ افعال کی صورت میں حانث نہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ قسموں کی بنا عرف پر ہے اور عرف پر ہی ان امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد حالی زندگی ہی لی جاتی ہے نہ کہ بعد موت اور میت سے جو کلام کی جائے اگرچہ وہ کلام حقیقی ہوتی ہے اور اس میں اسماع وافہام پایا جاتا ہے لیکن عرف کی رو سے اس کے قول کا تعلق کہ میں کلام نہیں کروں گا۔ حالت حیات سے ہے اور یہی صورت تکلیف کے بارے میں بھی ہے۔ خواہ اس کا تحقق میت میں ہو جائے لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ اس قول سے مراد کہ میں اسے نہیں ماروں گا حیات سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ بعد موت کے۔ منکرین سماع نے آیت قرآنی ''انک لا تسمع الموتی'' سے استدلال کیا ہے ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رجوع بیان ہو چکا ہے سماع موتی کی طرف۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ سماع موتی پر ہے۔ دلیل یہ ہے: علامہ ابن عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں اخراج کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا۔ وہ اسے سلام کہے تو میت اسے پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ اس حدیث کو عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح کہا اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی۔ (مرقاۃ ج ۴ ص ۱۱۶)

میت کا پہچاننا اور جواب دینا یہ دونوں موقوف ہیں سماع پر، اگر سماع نہیں تو پہچاننے اور جواب دینے کا کیا مقصد ہے۔

اوپر والی عبارت منکرین حیات نے بیان کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنے ساتھ ملایا ہے۔ بحوالہ فتاویٰ الغرائب فی المذاہب۔

اس پر ہمارے کچھ سوالات ہیں:

۱...... اس کتاب کا مصنف کون ہے؟

۲...... حوالہ بقید صفحہ لکھیں۔

۳...... من یاتی القبور میں من سے مراد کون شخص ہے؟

۴...... اس حکایت کا بیان کرنے والا اس کی سند امام صاحب تک پیش کرے۔

حیرت ہے کہ ایک مجہول شخص کی مجہول حکایت بیان کر کے اسے امام صاحب کا مذہب قرار دے رہے ہیں۔ امام صاحب کا مذہب بیان کرنا ہے تو متون فقہ سے کریں۔ کتب معتبرہ، محمدہ، متداولہ اور مفتی بہ فتاویٰ میں سے امام صاحب کا مذہب بیان کریں۔ اگر عقل سلیم سے کام لیا جائے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر یہ امام صاحب کا مذہب ہوتا تو یقیناً اصحاب امام اور مشائخ مذہب محل گفتگو میں لاتے اور یہ مسئلہ عامۃ الورود ہوتا۔ ان حضرات کا کمال یہ ہے کہ مجہول روایت کو بنیاد مذہب قرار دے رہے ہیں مگر متواتر احادیث کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اجماع امت کو کوئی وزن نہیں دیتے۔ مگر اتباع ہوئی انسان سے کیا کچھ نہیں کراتی۔

''فقال عمر فاروق یا رسول اللہ ﷺ اتناديهم بعد ثلاث وهل يسمعون ويقول تعالى انک لا تسمع الموتى فقال والذى نفسى بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم ولكن لا يستطيعون ان يجيبوا'' (فتح الباری ج۱ ص ۲۱۴) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ تین روز کے بعد ان سے مخاطب ہو رہے ہیں کیا وہ سنتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی وہ جواب جسے تم سن سکو۔ الخ!

منکرین حیات کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر۱: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سماع موتی کے قائل نہ تھے اوپر والی حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔

جواب: یہ استدلال الٹا ہے۔

۱...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ''انک لا تسمع الموتى'' کے تحت اظہار تعجب کیا۔

۲...... حضور ﷺ نے بقید حلف بیان فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا کہا حدیث میں یہ نہیں ملتا۔ تو سوچنے کی بات ہے کہ آپ ﷺ کے اس حلفیہ بیان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

۱...... کیا یہ کہ میں قرآن کو حضور ﷺ سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں اس لئے میرا کہنا ٹھیک ہے۔
۲...... یا یہ کہ قرآن لانے والا مجھ سے زیادہ قرآن کو سمجھتا ہے اس لئے اپنی غلط فہمی کے احساس کے بعد اس پر اڑے رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر پہلا ردِ عمل صحیح تسلیم کیا جائے تو یہ ثابت تو ہو جاتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سماع کے قائل نہیں تھے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا ثبوت کہیں تلاش کرنا پڑے گا۔

اگر دوسرا ردِ عمل تسلیم کیا جائے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سچے مومن تھے۔ جب کسی بات میں شک ہوتا ہے اور حضور ﷺ اس غلط فہمی کو دور کر دیتے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سچے مومن کی طرح حضور ﷺ کی بات کو حرف آخر سمجھتے تھے۔ مگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میت کے سننے کے متعلق جو حیرت تھی وہ ختم ہو گئی اور یقین کامل ہو گیا کہ واقعی وہ ہم سے بہتر سنتے ہیں۔ منکرین حیات اب بھی اڑے ہوئے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ مگر اس سے ایک اور نتیجہ بھی نکلتا ہے اس پر بھی غور فرمالیں کہ آیت ''انک لا تسمع الموتی'' مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور غزوہ بدر سن ۲ھ میں ہوا۔

اتنی طویل مدت میں آپ کو اس آیت کا صحیح مفہوم معلوم نہ ہو سکا اور کفار بدر کو پکارنا شروع کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر حضور ﷺ کو اتنی مدت کے بعد قرآن کی ایک آیت کا مطلب معلوم ہوا (معاذ اللہ) یا اگر معلوم تھا تو عمداً قرآن کے خلاف مردوں کو پکارنا شروع کیا۔ (معاذ اللہ) کیا اس کا تصور کوئی مومن کر سکتا ہے؟ یہ ہے منکرین حیات کے نزدیک نبوت اور رسالت کا مقام اور یہ ہے ان کے نزدیک حضور ﷺ کے متعلق عقیدہ۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک مسلمان اپنے عقیدہ مزعومہ کو ثابت کرنے کے لئے ایسی حرکت کرے جس سے نبوت اور رسالت کی توہین لازم آتی ہو۔ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

سوال نمبر ۲: حضور ﷺ نے مقتولین بدر کو خطاب فرمایا تھا اس سلسلے میں یہ پیش کیا جاتا ہے منکرین حیات کی طرف سے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے انکار کیا تھا کیونکہ وہ بھی آیت ''انک لا تسمع الموتی'' کا مفہوم وہی سمجھتی تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے وجہ حیرت بنا۔

جواب: اس موقعہ پر پھر وہی صورت قابل غور ہے کہ آیت ''انک لا تسمع الموتی'' کی ایک تفسیر وہ ہے جو آپ ﷺ جانتے تھے دوسری تفسیر وہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سمجھتی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس آیت کے مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے مقتولین بدر کو خطاب کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آیت کے معنی وہ نہیں جو اوّل نظر میں لوگ سمجھ بیٹھے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سمجھے اور قرآن کی کسی آیت کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لئے معیار فہم رسول ﷺ ہوگا اور قول رسول ﷺ کے مقابلہ میں کوئی قول حجت نہیں ہوگا۔

رہی یہ بات کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رد کرنا اور اس بارے میں جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا۔ کیونکہ وہ دوسری روایات کے موافق ہے۔ (فتح الباری ج ۳، ۲ ص ۱۵۲) بہر حال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایسی بعض احادیث کے رد کرنے میں معاملہ ایسا ہے کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین نے اسے غیر معتبر قرار دیا۔ (حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۴ مولانا عبدالحی لکھنوی)

۲...... اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اجتہادی غلطی کی بنا پر اس موقع پر عقیدہ عدم سماع موتی ہی رکھتی تھیں تو بعد کی روایات سے ان کا رجوع ثابت ہے جیسا کہ گزشتہ بحث میں بیان ہو چکا ہے۔

۳...... اگر کوئی ضدی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رجوع تسلیم نہ کرے اور اسی پر اصرار کرے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے لئے اسی عقیدے پر قائم رہیں تو پھر یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ایک طرف متواتر احادیث اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے، دوسری طرف یہ صرف قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا۔ کون سا پہلو راجح ہوگا اور کون سا مرجوح۔ چنانچہ سلف صالحین کی رائے یہ ہے۔

۴...... اور علماء کے نزدیک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح ہے۔ کیونکہ وجوہ کثیرہ سے اس کی صحت کے شواہد موجود ہیں۔ اس سے بھی زیادہ مشہور وہ روایت ہے جو عبدالبر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کی ہے اور اسے کہا۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۳۸)

۵...... سلف صالحین امت کا اس (سماع موتی) پر اجماع ہے ان سے متواتر روایات آ چکی ہیں کہ میت زندہ زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۴ علامہ ابن قیم)

۶...... امام مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ پس کس چیز سے ام المومنین کے قول کا رد کیا جائے تو امام صاحب نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا، حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قول سے بہت بڑا ہے۔ امام صاحب نے ایک اصول بیان کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہر قول کو رد کر سکتا ہے اور یہ نہیں کہ آپ کے قول کو دوسرے کا قول رد کرے۔ لہٰذا ایک طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ مردے سنتے ہیں اور دوسری طرف ام المومنین رضی اللہ عنہا کا قول کہ مردے نہیں سنتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ترجیح ہوگی۔ (فتح الملہم ص ۷ ۳۴)

پہلا زریں اصول

جب تمام علماء ایک دینی حکم پر جمع ہو جائیں اور ایک یا دو آدمی مخالفت کریں تو ان کے اختلاف کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے گی اور نہ ان کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۷۴)

یہ اصول ہے جسے منکرین حیات تسلیم کر چکے ہیں۔ (شفاء الصدور ص ۹۰)

دوسرا زریں اصول

ثانی یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب کوئی بات کہیں تو اور کوئی ایک ان کی مخالفت کرے تو یہ قول حجت نہ ہوگا[1]

---

[1] عجیب بات ہے کہ اصل نمبر ۱ میں ہے تمام علماء کے مقابلہ میں ایک دو کے قول کا اعتبار نہیں۔ مگر صحابہ کی ایک آدمی بھی مخالفت کرے تو صحابہ کا قول حجت نہیں۔ اصل نمبر ۲، ۳ ''اصحابی کالنجوم'' کے خلاف ہے۔

تیسرا زریں اصول

اور صحابی رضی اللہ عنہ کا قول جو جمہور صحابہ کے خلاف ہو وہ قابل حجت نہیں ہوگا۔ (ایضاً ص ۵)

منصفانہ مشورہ

جس قانون کو آدمی خود تسلیم کرے اسی قانون کے مطابق اپنے من گھڑت عقیدے پر زد پڑے تو بگڑ جائے۔ یہ صورت تو موزوں نہیں کہ لینے کے باٹ اور، دینے کے باٹ اور۔ جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مقابل جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم سماع موتی کے قائل رہے تو جمہور کا اجماعی عقیدہ رد کرتے ہوئے اسی قانون کا خیال نہ کیا۔

سوال نمبر ۳: منکرین حیات ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ایک اور قول کا سہارا لیتے ہیں کہ ام المؤمنین نے یسمعون کا معنی یعلمون کیا ہے۔ لہٰذا سماع موتی کی آپ قائل نہیں تھیں۔

جواب: رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو انہوں نے میت کے علم کا اقرار کیا اور کہا وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ میں انہیں کہتا تھا حق ہے اور جب علم جائز ہوا تو سماع بھی جائز ہوا۔ کیونکہ دونوں کے لئے حیات شرط ہے۔

فائدہ جلیلہ: حصول علم موقوف ہے سماع اور بصر وغیرہ پر۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے علم ثابت ہوا تو سماع بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔

سوال نمبر ۴: منکرین حیات کہتے ہیں کہ مقتولین بدر کو خطاب خاص وقت کا معجزہ تھا۔ (اقوال مرضیہ ص ۸۸)

جواب نمبر ۱: کیا سماع موتی کے متعلق صرف یہی حدیث ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو چلو ایک خاص وقت کے لئے معجزہ تسلیم کرنے میں معقولیت بھی ہوتی لیکن سماع موتی کے متعلق متواتر اور صحیح حدیثیں بیسیوں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے۔

۲...... اگر اسے معجزہ تسلیم کرنے میں معقولیت بھی ہوتی لیکن سماع موتی کے متعلق متواتر اور صحیح حدیثیں بیسیوں موجود ہیں جن میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے۔ نیز اگر اسے معجزہ تسلیم کیا جائے تو فرمائیں کہ معجزہ کس نے طلب کیا تھا قریش مکہ نے، جو بھاگ گئے تھے یا مسلمانوں نے جو موجود تھے۔ اس کا جواب بحوالہ کتاب لکھیں۔

۳...... اگر یہ معجزہ تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیوں کیا اور اختلاف کیوں کیا۔

۴...... اگر یہ معجزہ تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اظہار حیرت کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ آیت کا مطلب تو وہی ہے لیکن یہ کام میں بطور معجزہ کر رہا ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا: "ماانتم باسمع لما اقول منھم" یعنی میرے قول کو تم زیادہ سننے والے نہیں بلکہ وہ زیادہ سننے والے ہیں۔

۵...... کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنی تمیز نہ تھی کہ معجزہ اور غیر معجزہ میں فرق معلوم کر لیتے اور یہ معجزہ ہوتا تو اس واقعہ کے متعلق نہ بحثیں ہوتیں نہ آیت "انک لاتسمع الموتی" کی تاویلیں کی جاتیں۔

سوال نمبر ۵: منکرین سماع کبھی یہ کہتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور کافروں کے لئے حسرت کی زیادتی کا سبب۔

جواب: میں کہتا ہوں: یہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور رد کرتی ہے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو یہ بات کہ تخصیص صحیح نہیں بغیر دلیل کے۔ دلیل تخصیص کی یہاں موجود نہیں۔ (مرقات ج ۸ ص ۱۱)

سوال نمبر ۶: منکرین حیات کہتے ہیں کہ تین آیات وضاحت کرتی ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔

۱...... ''انک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین'' (النمل: ۸۰)

۲...... ''وما انت بمسمع من فی القبور'' (فاطر: ۲۲)

۳...... ''فانک لاتسمع الموتی الخ'' (روم: ۵۲)

نفی سماع پر قرآن مجید کی یہ تین آیات دلیل حجت ہیں۔ ان آیت کو وقتاً فوقتاً صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک نفی سماع پر بطور دلیل و برہان پیش کیا جاتا ہے۔ یہ سوال ہے منکرین حیات کا۔

جواب: ان آیات کی صحیح تفسیر پیش کرنے سے پہلے یہ وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین حیات کے نزدیک قرآن مجید میں صرف یہ تین آیتیں نفی سماع پر دلیل حجت ہیں اور کوئی آیت نہیں۔ ان آیات کو نفی سماع پر بطور دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے آج تک پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ نفی سماع کے حق میں ان آیات کے علاوہ دوسری آیات کا سہارا لیتے ہیں۔ وہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ چونکہ وہ چودہ سو سال کے دوران دلیل کے طور پر کبھی پیش نہیں کی گئیں۔ لہٰذا مجتہدین کے نزدیک یہ قول مردود ہے۔ اب ان آیات کی تفسیر ملاحظہ ہو:

۱...... ''انک لاتسمع الموتی ای الکفار شبھھم باالموتی لعدم الانتفاع لھم بتسامع ما یتلی علیہ ان تسمع یعنی لاتسمع ولا ینفع اسماعک القرآن احداً الا من یؤمن بآیتنا من قدرنا'' یعنی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی کافروں کو۔ ان کو (یعنی کافروں کو) مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو کچھ انہیں سنایا جائے اسے سن کر نفع حاصل نہیں کر سکتے۔ ان تسمع یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنا سکتے اور آپ کے قرآن سنانے کا فائدہ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جسے ہماری آیات پر ایمان ہو یعنی جس کے لئے ہم نے ایمان لانا مقدر کر دیا ہو۔ (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۳۰)

۲...... ''انک لاتسمع الموتی لاتسمعھم شیئا ینفعھم'' یعنی مردوں کو کوئی چیز نہیں سنا سکتے جو انہیں نفع پہنچا سکے۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۷۳)

۳...... ''لاتسمع سماعا ینفعھم'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں سنا سکتے جو انہیں نفع پہنچائے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۰)

۴...... ''انک لاتسمع الموتی معناہ لاتسمع سماعا ینفعھم'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں سنا سکتے جو انہیں کچھ نفع پہنچائے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۲)

۵...... ''و مراد سماع عدم اجابت است حق را'' سماع سے مراد یہ ہے کہ حق کو قبول نہیں کر سکتے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۰)

۶...... ''انک لاتسمع الموتی یعنی موت القلوب وھم الکفار'' یعنی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی ان کو جن کے دل مر چکے ہیں اور وہ کفار ہیں۔ (تفسیر خازن)

۷...... ''انک لاتسمع الموتی یعنی الکفار'' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی کفار کو۔ (معالم التنزیل)

۸...... ''ان الصحیح ان المراد بالموتٰی ھھناک موت القلوب وھم الکفار لاالاموات العرفیۃ'' درست بات یہ ہے کہ اس جگہ موتٰی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور وہ کفار ہیں۔ وہ مردے مراد نہیں جو عرف عام میں ہوتے ہیں۔ (شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۲۵)

آیات کی تفسیر کا خلاصہ

ان آیات کی تفسیر مفسرین، محدثین اور فقہاء نے جو بیان فرمائی اور جو بھی اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱...... موتٰی سے مراد کفار ہیں اور موت سے مراد دل کی موت ہے۔ موت عرفی نہیں۔

۲...... سماع سے مراد سماع نافع ہے، سماع مطلق نہیں۔ اس آیت میں اطلاق مطلق علی المقید ہے۔

۳...... یہ آیتیں کفار کو دعوت ایمان دینے اور ان کے حق کو قبول نہ کرنے کے سلسلے میں نازل ہوئیں۔

۴...... دعوت ایمان زندوں کو دی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام مردوں کو دعوت ایمان دینے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے۔ آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقابل موت اور حیات کا ہے۔ اسلام اور موت کا نہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی تبلیغ مومن سنتا ہے۔ کافر نہیں سنتا۔ ان دو آیات کے علاوہ قرآن کی کئی آیات میں یہ قرینہ موجود ہے۔ ''وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین'' تبلیغ کا نفع مؤمنین ہی کو ہوتا ہے۔

اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قبر وہی ہے جو انسان اپنے ہاتھوں سے کھودتے ہیں۔ اس زمین میں اور میت کا بدن جہاں قرار پکڑتا ہے۔ نکیرین کے سوال اسی زمینی گڑھے میں ہوتے ہیں۔ عذاب وثواب قبر اسی گڑھے میں ہوتا ہے اور جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ علیین وسجین کی حدود اسی گڑھے سے شروع ہوتی ہیں۔

سوال نمبر ۶: منکرین حیات سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ امور تسلیم کئے جائیں تو متعدد حدیثوں کا انکار لازم آتا ہے۔ مثلاً جانور کھا جائے یا آگ میں جل جائے یا پانی میں غرق ہو جائے تو ان صورتوں میں میت کے لئے قبر کھودی ہی نہیں گئی تو پھر اس قبر میں عذاب وثواب کیسا؟

جواب نمبر ۱: جانور کے کھا جانے کا واقعہ

''قال اللہ تعالٰی ولولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الٰی یوم یبعثون'' ترجمہ: اگر یونس علیہ السلام تسبیح بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرتے۔ (صافات: ۱۴۳، ۱۴۴) اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک جانور زندہ ہے اس کا پیٹ قبر ہے جانور مرنے کے بعد زمین پر ہی قرار پکڑے گا اور وہی قبر ہوگی جو لازماً زمین پر ہی ہوگی۔

۲...... آگ میں جل جانے کا واقعہ

بخاری اور مسلم میں ایک واقعہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلا دینا اس کی راکھ آدھی تو خشکی پر اڑا دینا، آدھی سمندر میں پھینک دینا۔ پھر اللہ تعالٰی نے اسے فرمایا: تو نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ اس نے کہا اے پروردگار تیرے ڈر سے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۷)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ سمندر و جنگل سے راکھ جمع ہوئی بحکم رب العالمین۔ پھر اس بدن سے (جو جمع شدہ راکھ سے بنا تھا) روح کا تعلق قائم کیا گیا۔ پھر روح مع البدن سے سوال کیا گیا۔ اے منکرین حیات! ذرا فکر کرو اگر بقول تمہارے سوال علیین یا سجین میں صرف روح سے ہوتا ہے تو راکھ کے ذرات کو جمع کرنے کا تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

۳...... پانی میں غرق ہونے کا واقعہ

''قال اللہ تعالیٰ اغرقوا فادخلوا نارا'' (نوح:۲۵)

فادخلوا میں فا تعقیب بلامہلت کے لئے ہے جونہی پانی میں غرق ہوئے آگ میں داخل کئے گئے اور ظاہر ہے کہ پانی میں ارواح غرق نہیں کئے گئے تھے بلکہ اجسام غرق کئے گئے تو غرق ہوئے وہی آگ میں جھونکے گئے اور یہ سارا معاملہ وہیں ہوا جہاں غرق کئے گئے۔ سجین میں تو غرق نہیں کئے گئے تھے کہ وہاں ان سے یہ معاملہ ہوا اور اجسام سجین میں غرق کیونکر ہوئے۔ یہی زمین ان کی قبر بنی۔ اسی میں عذاب روح مع الجسم دیا گیا۔

''النار یعرضون علیها غدوًا و عشیاً ویوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (المؤمن ۴۶) '' یعنی فرعون اور فرعونی آگ پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو حکم ہوگا اے آل فرعون بڑے عذاب میں داخل ہو جاؤ۔

تشریح: فرعونی بمع فرعون کے بھی اسی بحر قلزم میں غرق ہوئے جو زمین پر موجود تھا اور اب بھی ہے۔ غرق ہونے کے بعد زمین ان کے لئے قبر بنی۔ صبح و شام، دوام واستمرار، ان سب کا تعلق زمین ہی سے ہے۔ سجین میں صبح و شام کا کوئی تعلق نہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں اہل سنت کے استدلال کی بہت بڑی بنیاد اور اصل ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے قرآن سے ثابت کر دیا کہ آدمی خواہ جل جائے یا غرق ہو جائے یا اسے جانور کھا جائے اس کے بدن کے اجزاء منتشر ہو جائیں۔ ہر حال میں زمین ہی اس کی قبر ہو گی۔

فائدہ جلیلہ: عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے یہ عقیدہ ابن حبیرہ اور ابن میسرہ اور ابن حزم ظاہری کا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے وضاحت کی اور فرمایا یہ قول کہ عذاب اور راحت صرف روح کے لئے ہے، بدن کو نہ عذاب ہے، نہ راحت۔ یہ قول ان فلاسفہ کا ہے جو حشر جسمانی کے منکر ہیں اور مسلمانوں نے بالاتفاق ان کو کافر قرار دیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۲)

سوال نمبر ۷: منکرین حیات عدم سماع موتی پر یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا۔ اگر فوت ہونے کے بعد کلام کرلے تو حانث نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ سنتا نہیں۔ اگر مردہ سنتا تو حانث ہو جاتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک نفی سماع عرفی اور نفی سماع حقیقی دونوں مراد ہیں۔

جواب نمبر ۱: ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اقول هذا منهم بنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلا یلزم منه'' یعنی میں کہتا ہوں کہ ایمان یعنی قسموں کی بنیاد عرف پر ہے۔ اس لئے یمین (قسم) سے حقیقت سماع کی نفی لازم نہیں آئے گی۔ (مرقات ج ۶ ص ۱۱)

۲...... شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وبنا ایمان بر عرف وعادت است نہ بر حقیقت۔ فافہم!''
یعنی ایمان (قسموں) کی بنیاد عرف اور عادت پر ہے حقیقت پر نہیں خوب سمجھ لو۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۰)
۳...... مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اور مسئلہ یمین جس کو شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے نفی سماع پر پیش کیا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قسموں کی بنیاد عرف پر ہے تو جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا تو عرف میں اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس کی زندگی کی حالت میں کلام نہیں کرے گا۔ اس لئے بعد موت کے اگر کلام کر لے تو حانث نہ ہوگا۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۷۹)
۴...... مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے دریا کو تمہارے تابع کر دیا کہ اس سے تازہ گوشت کھاؤ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے دلیل لی ہے کہ جس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا۔ وہ مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ امام صاحب کی طرف سے جواب دیا گیا ہے کہ مطلق گوشت سے مچھلی نہیں سمجھی جائے گی۔ کیونکہ ایمان یعنی قسموں کی بنیاد عرف پر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے شر الدواب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اب کوئی شخص قسم کھائے کہ دابہ پر سوار نہ ہوں گا تو کافر پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کفار شریر جانور ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۳۳۰)
''وھو الذی سخر البحر لتأکلوا امنہ لحماطریا'' (النحل: ۱۴)
فائدہ جلیلہ: علماء امت کے نزدیک نفی سماع عرفی کی ہے۔ حقیقی کی نہیں جو شخص نفی سماع حقیقی کو تسلیم کرتا ہے وہ اجماع امت کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرین حیات وسماع کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!
۵...... مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بعض لوگوں نے عدم سماع موتی کا مسئلہ امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر امام صاحب کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں۔ امام صاحب سے صراحتاً یہ امر منقول نہیں ہے اور جس مسئلہ سے لوگوں نے اس کو مستنبط کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام صاحب کا جواب عدم سماع موتی کو مستلزم ہے وہ مسئلہ یمین ہے اور ایمان کا مبنی عرف پر ہے۔ اس لئے امام صاحب کی کلام اس بارہ میں صریح نہیں۔ (التکشف بمراقبۃ المیت ص ۱۱)
۶...... علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مبنی ایمان (قسموں کا) عرف عام پر ہے۔ (شفاء الصدور ص ۵۶)
قول فیصل: کفار کو میت سے تشبیہ کی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وجہ شبہ کیا ہے۔
سوال نمبر ۸: منکرین سماع موتی کہتے ہیں کہ وجہ شبہ مطلق عدم سماع ہے جس طرح کفار نہیں سنتے۔ اسی طرح مردے بھی نہیں سنتے۔

جواب: یہی وہ مغالطہ ہے جو حقیقت کے قریب نہیں آنے دیتا۔ اصل یہ ہے کہ وجہ شبہ اتفاقی چاہئے اختلافی نہیں اور مشبہ اور مشبہ بہ ایک وصف میں مشترک ہوں۔ اگر عدم سماع کو وجہ شبہ قرار دیا جائے تو یہ غلط ہے۔ وصف دونوں میں مشترک نہیں ہے، کیونکہ کافر بہرے تو نہیں ہوتے اس لئے سنتے ہیں تو عدم سماع وجہ شبہ نہیں ہو سکتی، بلکہ وجہ شبہ عدم اجابت وعدم انتفاع وصف مشترک ہے اور یہی وجہ شبہ ہے۔ پھر منکرین سماع سوال کرتے ہیں۔
سوال نمبر ۹: کہ وجہ شبہ مشبہ بہ میں حقیقت ہوتی ہے۔

جواب: عدم اِستماع میت میں حقیقت ہے۔ میت کو تبلیغ کا کوئی نفع نہیں ہوتا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ وجہ شبہ عدم انتفاع اور عدم اجابت ہے۔ پس یہ آیات عدم سماع کی دلیل میں پیش کرنا قرآن مجید کے مدلول، مفسرین کی وضاحت محدثین کے بیان اور فقہاء کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔

عذاب وثواب قبر کے متعلق فرق باطلہ کے عقائد

اہل سنت وجماعت کا اجماعی عقیدہ بیان ہو چکا ہے کہ قبر سے مراد زمینی گڑھا ہے سوال وجواب اسی قبر میں ہوتے ہیں اور عذاب وثواب قبر روح مع الجسم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اہل باطل نے مختلف عقائد کا اعلان اور پرچار کیا ہے۔ ان کی کچھ تفصیل دی جاتی ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ جو لوگ عقائد تو اہل باطل کے رکھتے ہیں مگر اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے رویے پر نظر ثانی کر کے خود فریبی سے بچ جائیں اور اللہ کے بندوں کو گمراہ نہ کریں۔

(۱) عذاب وثواب قبر کا مطلق انکار

یہ عقیدہ ضرار بن عمرو بشر المریسی اور متاخرین کا ہے: "وانکرہ مطلقاً ضرار بن عمرو و بشر المریسی واکثر المتاخرین من المعتزلۃ" (شرح مواقف ص ۷۱۵)

ضرار بن عمرو اور بشر مریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے اور ایک جماعت نے عذاب قبر کا انکار کر دیا۔ مثلاً ضرار، یحییٰ بن کامل، بشر مریسی۔ پس یہ اقوال اہل حیرت اور اہل ضلال کے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۷۱)

(۲) عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے

یہ عقیدہ ابن حبیرہ، ابن میسرہ اور ابن حزم ظاہری کا ہے۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں اور یہ قول کہ عذاب وراحت صرف روح کے لئے ہے بدن کو نہ عذاب ہے نہ راحت ہے اور یہ قول ان فلاسفہ کا ہے جو حشر جسمانی کے منکر ہیں اور مسلمانوں نے بالاتفاق ان کو کافر قرار دیا ہے۔ (کتاب الروح ص ۶۲)

(۳) سوال جواب اور عذاب وثواب دو نفخوں کے درمیان ہوں گے

یہ عقیدہ ابو ہذیل اور مریسی کا ہے۔ (کتاب الروح ص ۷۰)

(۴) عذاب قبر صرف کفار کے لئے ہے

یہ عقیدہ جبائی اور اس کے بیٹے بلخی کا ہے۔

(۵) سوال وجواب اور عذاب وثواب قبر صرف بدن کو ہوتا ہے

یہ عقیدہ ابن جریر اور کرامیہ کی ایک جماعت ہے۔ ابن جریر کرامی ہے۔ ابن جریر مفسر قرآن نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کی خوب تردید کی ہے۔ (شرح حدیث النزول ص ۸۲)

(۶) بدن کو عذاب ہوتا ہے، مگر حیات بسیط سے یعنی بدن کو عذاب ہے بغیر تعلق روح کے

یہ عقیدہ کرامیہ وصالحیہ اور صالح قبہ کا ہے۔ (کتاب الروح ص ۷۱)

حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں احادیث نبویہ ﷺ

۱...... "عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایۃ اخری مررت علی موسیٰ لیلۃ اسریٰ عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ" (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۸)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معراج والی رات میں موسیٰ علیہ السلام پر سے گزرا، وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ جلیلہ: قبر میں نماز پڑھنا واضح دلیل ہے حیات انبیاء علیہم السلام پر۔ حیات مع الجسم نہ صرف روح نہ صرف بدن۔ منکرین حیات کی خوب تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ کوئی نبی دنیاوالی قبر میں زندہ نہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا کیونکہ نماز میں قیام، رکوع، سجود، قعود ہوتا ہے اور یہ اوصاف بدن کے ہیں نہ کہ روح کے۔ پھر ایک حیلہ بناتے ہیں کہ قبر میں جو وجود دیکھا جاتا ہے وہ اصلی وجود نہیں بلکہ ایک مثالی وجود ہوتا ہے۔ یہ حیلہ عقلاً ونقلاً خلاف ہے۔ اس لئے جو عمل کرے جزا اسے ملتی ہے نہ کہ عمل ایک کرے جزا دوسرے کو ملے۔ اللہ تعالیٰ ایسے رذیل عقیدہ سے محفوظ فرمائے۔

۲...... "عن سعید ابن مسیب لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثاً ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب فی المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ" یعنی سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرہ کے دنوں میں حضور ﷺ کی مسجد میں متواتر تین روز آذان نہ ہوئی اور تکبیر بھی نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیب ہمیشہ مسجد نبوی میں رہتے تھے۔ نماز کا وقت معلوم نہ ہوتا مگر آواز سے جو حضور ﷺ کی قبر مبارک سے آتی تھی۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۴۵)

فائدہ: قبر مبارک سے آواز کا آنا یہ دلالت کرتا ہے حیات انبیاء علیہم السلام پر۔ یعنی حیات روح مع الجسم۔ اس حدیث مبارک میں خوب تردید ہوگئی منکرین حیات کی جو کہتے ہیں زندگی قبر کی کسی کو حاصل نہیں۔ خواہ نبی علیہ السلام یا غیر۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے ایسے غلط عقیدہ سے۔

۳...... "وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ رواہ ابو یعلی" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ حدیث مبارک واضح دلیل ہے حیات انبیاء علیہم السلام واضح دلیل ہے حیات انبیاء علیہم السلام پر۔ منکرین حیات انبیاء علیہم السلام اس حدیث کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے انکار حدیث سے۔ (بحوالہ ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۰)

۴...... "وقد ثبت فی القبور الاذان والاقامۃ عندالدارمی وقرأۃ القرآن عندالترمذی والحج عند البخاری" یعنی انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں آذان اور اقامت اور قرآن پڑھنا اور حج کرنا ثابت ہو چکا ہے۔
(فیض الباری ج ۱ ص ۴۴)

فائدہ جلیلہ: اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر کہ اذان اور اقامت دارمی میں ہے۔ قرآن کا پڑھنا ترمذی میں ہے اور انبیاء علیہم السلام کا حج کرنا بخاری میں ہے۔

۵...... "قال سعید ابن المسیب مالی مسجد النبی ﷺ غیری و مایعلم وقت الصلٰوۃ الا سمعت الاذان والاقامۃ من القبر ثم اتقدم فاقیم واصلی" یعنی سعید بن مسیب ﷫ فرماتے ہیں کہ میرے علاوہ مسجد نبوی ﷺ میں کوئی نہیں تھا، نماز کا وقت معلوم نہ ہوتا تھا مگر میں آذان اور تکبیر حضور ﷺ کی قبر مبارک سے سنتا تھا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر تکبیر کہتا اور نماز پڑھتا۔ (دلائل النبوۃ ابونعیم ص ۴۹۴)

فائدہ جلیلہ: آذان نماز کے لئے ہوتی ہے اور تکبیر جماعت کے لئے ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روضہ اطہر میں آذان اس لئے ہوتی ہے کہ نماز پڑھتے ہیں اور تکبیر اس لئے کہ جماعت ہوتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ امام ہیں۔ حضرت صدیق اکبر ﷛ اور حضرت عمر فاروق ﷛ مقتدی ہیں اور اس حدیث میں وضاحت ہے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر۔

۶...... "ان النبی ﷺ حیّ کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامت" (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۱۹)

یعنی یقینی طور پر حضور ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر میں جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے اور آپ اپنی قبر میں آذان اور تکبیر کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

۷...... "قال سعید بن المسیب فکنت اذا حانت الصلٰوۃ اسمع آذانا من القبر" یعنی حضرت سعید بن مسیب ﷫ فرماتے ہیں میں آذان سنتا تھا حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے جب کہ نماز کا وقت آجاتا۔

(زرقانی ج ۵ ص ۳۳۴)

حیات الانبیاء ونزول عیسیٰ ؈

۱...... "قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم یقول علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ۔ رواہ ابو یعلی بحالہ" (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۹۰، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عیسیٰ ؈ اتریں گے، میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے یا محمد ﷺ! میں ان کو جواب دوں گا۔

فائدہ: آپ قبر میں زندہ نہیں تو یا محمد! سن کر جواب کیسے؟

۲...... "حضرت عیسیٰ ؈ یأخذ الاحکام من نبینا ﷺ شفاھا بعد نزولہ وھو ﷺ فی قبرہ الشریف" یعنی حضرت عیسیٰ ؈ ہمارے نبی کریم ﷺ سے احکام لیں گے، ظاہراً اترنے کے بعد۔ حالانکہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں ہوں گے۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

فائدہ: جب حضرت عیسیٰ ؈ تشریف لائیں گے دو گروہوں کی تباہی ہوگی، ایک عیسائی، دوسرے منکرین حیات انبیاء ؊۔ اگر عیسائی مسلمان ہوں گے بچ جائیں ورنہ برباد ہو جائیں گے۔ اسی طرح منکرین حیات اگر حیات النبی ﷺ کے قائل ہو جائیں گے تو بچ جائیں گے ورنہ تباہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ عیسیٰ ؈ جب حضور ؈ کے روضہ اطہر پر آ کر سلام پڑھیں گے۔ یا محمد ﷺ کہہ کر۔ منکرین حیات فتویٰ دیں گے۔ یہ شرک ہے تو عیسیٰ ؈ ان سے جہاد کریں گے۔ کیونکہ عیسیٰ ؈ براہ راست احکام لیں گے حضور ﷺ سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے رذیل عقیدے سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

بلوغ صلوٰۃ وسلام اور سماع عند القبر

۱...... ''عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔رواہ النسائی والدارمی بحوالہ مشکوٰۃ شریف'' (مشکوٰۃ شریف ج۱ ص۸۶)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے فرشتے ہیں جو زمین میں چلتے ہیں اور مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچا دیتے ہیں۔

۲...... ''وعن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول وصلوا علیّ فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم۔ رواہ النسائی بحوالہ المشکوٰۃ'' یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا درود پڑھو مجھ پر یقینی طور پر تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ جہاں تم ہو۔ (ج۱ ص۸۶)

۳...... ''وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلّی علیّ عند قبری سمعتہ ومن صلّی نائیا ابلغتہ۔ رواہ البیھقی بحوالہ مشکوٰۃ'' یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھے میری قبر کے پاس تو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود پڑھے تو میرے پاس اس کا درود پہنچایا جاتا ہے۔

فائدہ: یہ تین حدیثیں وضاحت کر رہی ہیں درود کے سننے کے بارے میں۔ اب بھی کوئی شک ہے کہ حضور ﷺ نہیں سنتے۔ یہ صحیح احادیث ہیں۔ ہمارا منکرین حیات سے مطالبہ ہے کوئی ایک حدیث ضعیف پیش کریں کہ حضور ﷺ نہیں سنتے روضہ اطہر میں۔ اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔

حیات انبیاء علیہم السلام پر محدثین ومفسرین کا واضح اعلان

۱...... مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عندنا وعند مشائخنا حضرت الرسالۃ ﷺ حیٌّ فی قبرہ الشریف'' ہمارے اور ہمارے تمام مشائخ کے نزدیک حضور ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر مبارک میں۔ (المہند ص۲۸،۲۹)

یہ عقیدہ ہے تمام علماء دیوبند رحمہ اللہ کا اگر یہ عقیدہ کوئی نہیں رکھتا تو وہ علماء دیوبند رحمہ اللہ سے خارج ہے۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو اگر دیوبندی کہتا ہے تو وہ دھوکہ دیتا ہے۔ ایسے دھوکے باز سے بچنا چاہئے۔ اکثر اوقات منکرین حیات علماء دیوبند کی کتب سے حوالہ دیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا علماء دیوبند والا عقیدہ ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک! اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ علماء دیوبند کے مطابق ہے تو المہند کے مطابق عقیدہ رکھیں اور اعلان کریں کہ المہند کتاب میں اجماعی عقیدہ ہے علماء دیوبند کا۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ اس کتاب کے مطابق ہے۔ اگر المہند کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، اپنے آپ کو دیوبندی کہتا تو یہ بڑا دھوکے باز ہے، بہت بڑا فریبی ہے۔ بڑا افسوس ہے عقیدہ خارجیوں اور معتزلیوں والا رکھتا ہے۔ دعویٰ کرتا ہے دیوبندی ہونے کا۔ لہٰذا اہل سنت وجماعت کو چاہئے کہ ان سے علیحدہ رہیں اور ان کی تقریریں نہ سنیں ورنہ گمراہ کر دیں گے۔

۲...... ''قلت قدمت ان الانبیاء لا یموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء'' یعنی ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اور مقدم کر چکا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام فوت نہیں ہوتے، مانند تمام زندوں کے ہیں بلکہ منتقل ہوتے ہیں فنا کے گھر سے بقا کی طرف۔ (مرقاۃ ج۱۱ ص۱۴۳)

یہ ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمان مسلک حنفی جو فرما رہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی موت عوام جیسی موت نہیں بلکہ ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام کی طرف منتقل ہو گئے۔

۳...... "انھم اتفقوا علی حیات الانبیاء علیہم السلام متفق علیہ لا خلاف لاحد فیہ" تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ حضور ﷺ کی حیات بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی قبر میں متفق علیہ ہے اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

(انوار المحمود شرح ابی داؤد ج ۵ ص ۶۱۰)

منکرین حیات پر بڑا افسوس ہے کہ تمام امت کو مشرک کہتے ہیں، حیات الانبیاء علیہم السلام کا مسئلہ اجماعی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جو حیات النبی ﷺ کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ امان دے ایسے غلط عقیدے سے۔ آمین ثم آمین!

۴...... "حیات النبی فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتواتر الاخبار بہ" ہمارے نبی ﷺ کی زندگی قبر میں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی معلوم ہو چکی ہے علم قطعی کے ساتھ اس لئے کہ دلائل قائم ہو چکے ہیں۔ ہمارے نزدیک حدیثیں تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ (زرقانی ج ۱ ص ۳۴۴)

۵...... "قال علمائنا النبی ﷺ حیّ فی قبرہ الشریف" یعنی کہا ہمارے علماء نے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۴۹۸)

گویا حیات النبی ﷺ کا عقیدہ اجماعی ہے۔ جو اجماع کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے رذیل عقائد سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ کرام رحمہم اللہ وعلماء سلف رحمہم اللہ کے عقائد

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور ﷺ کے حجرہ مبارک کے سامنے رکھ دینا۔ اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ ابوبکر کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرہ مبارک میں دفن کر دینا ورنہ عام مؤمنین کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حجرہ مبارکہ کے سامنے جنازہ رکھا گیا تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" لے آؤ محبوب کو اپنے محبوب کی طرف۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۳)

منکرین حیات کی خوب تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ نہیں۔ یہ عقیدہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔ آپ کا عقیدہ حیات النبی ﷺ پر تھا اس لئے وصیت فرمائی۔ کہا اگر روضہ اطہر سے آواز آئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرہ مبارک میں دفن کر دینا ورنہ عام مؤمنین کے قبرستان میں دفن کرنا۔ یہ الفاظ واضح دلالت کر رہے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو زندہ سمجھتے تھے قبر مبارک میں۔

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے جس وقت تشریف لائے سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئے اور

حضور ﷺ کے حضور میں سلام عرض کیا۔ (درۃ الانصاف ص ۸۴، خلاصۃ الوفاء ص ۹۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو قبر مبارک میں زندہ سمجھتے تھے۔ اس لئے پہلے آ کے سلام عرض کرتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ منکرین حیات کا عقیدہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔

(۳) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

"قال من زار قبر رسول اللہ ﷺ کان فی جوار رسول اللہ ﷺ" یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضور ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہو وہ اس وقت حضور ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوتا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۸۰)

فائدہ: اگر آپ قبر مبارک میں زندہ نہیں تو ہمسائیگی کا کیا مطلب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کا تھا۔

(۴) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ان گھروں سے جو مسجد نبوی کے قریب تھے کسی گھر میں میخ یا کیل کے لگائے جانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ حضور ﷺ کو اس آواز سے تکلیف نہ دو۔

(شفاء السقام ص ۷۳)

فائدہ جلیلہ: حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا عقیدہ رکھتی تھیں حیات النبی ﷺ پر۔ منکرین حیات ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ اپنے جھوٹے مسلک پر دلائل ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

(۵) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عقیدہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی میں حاضر ہوتے، نماز پڑھتے اور پھر روضہ اطہر پر حاضر ہوتے اور عرض کرتے "السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابوبکر" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ اگر قائل نہیں تو آج کل کے منکرین حیات نہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

(ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۸)

(۶) مشہور تابعی حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اور مشاہدہ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی راتیں مسجد نبوی ﷺ میں اس طرح گزاریں کہ سوائے میرے کوئی بھی انسان مسجد میں نہ ہوتا تھا۔ جب شامی بدبخت مسجد میں بے ادبی کے لئے آتے تو مجھے دیکھ کر کہتے "اس بوڑھے پاگل کو دیکھو" جب نماز کا وقت ہوتا تو روضہ اقدس سے آذان کی آواز آتی اور پھر اقامت بھی کہی جاتی۔ میں اکیلے نماز پڑھتا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۲۴)

(۷) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

حیات النبی ﷺ کے بارے میں آپ کا مسلک کئی مشہور کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام کو

اس وقت خود سنتے ہیں جب قریب سے عرض کیا جا رہا ہو اور فرشتے اس وقت پہنچاتے ہیں جب یہ دور سے پڑھا جا رہا ہو۔ (طحطاوی شریف ص ۲۰۵)

(۸) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

حضور ﷺ وفات شریفہ کے بعد آپ ﷺ حیات تامہ سے زندہ ہیں اور یہ حیات آئندہ بھی اسی طرح رہے گی۔ یہ صرف آپ ﷺ کا خاصہ نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وصیت میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

(مقام حیات ص ۱۹۶، ۱۹۷)

(۹) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

آپ کے مسلک کی مشہور کتاب (روضۃ البہیہ ص ۱۴) میں تحریر ہے کہ حضرت ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ (مقام حیات ص ۹۹)

(۱۰) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

آپ کے مسلک کی کتاب (طبقات شافعیہ ج ۲۲ ص ۲۸۲) میں تحریر ہے کہ ہم شافعیہ کے نزدیک حضور ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ میں احساس شعور موجود ہے۔ آپ ﷺ کے حضور میں امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ (مقام حیات ص ۱۹۸)

(۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

آپ خود فرماتے ہیں مجھ کو سالک بنایا خود رسول اللہ ﷺ نے اور آپ نے میری تربیت فرمائی۔ پس میں اویسی ہوں اور شاگرد ہوں حضرت ﷺ کا بلا کسی واسطہ کے۔ (مشاہدہ ۷ الفیوض الحرمین، رحمت کائنات ص ۲۴۵)

(۱۲) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

• آپ فرماتے ہیں قبر کے پاس انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۰)

(۱۳) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں میں انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (قصائد قاسمیہ ص ۳)

(۱۴) حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ تھانوی کا عقیدہ

آپ نے نشر الطیب میں فرمایا: دوسری روایت مشکوٰۃ میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور آپ آگے فائدہ بیان کرتے ہیں: (ف) پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔ (حوالہ کتاب نشر الطیب ص ۲۵۷، ۲۵۸)

آپ ﷺ کے عالم برزخ میں تشریف رکھنے کے متعلق ایک مستقل فصل قائم کی۔

(۱۵) حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا عقیدہ

حضرت مولانا مفتی مشتاق احمد مالیر کوٹلہ والے بیان کرتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ گیا تو مشائخ وقت سے یہ تذکرہ سنا کہ اس سال روزہ اطہر سے عجیب کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ ایک نوجوان نے جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا تو دربار رسالت سے وعلیکم السلام کے پیارے الفاظ سے اس کو جواب ملا۔ کہتے یہ ہندی نوجوان کون تھا۔ یہ تمہارے استاد مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تھے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام)

(۱۶) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں بے شک حضور ﷺ زندہ ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف (روضہ اطہر) میں آذان واقامت سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹)

(۱۷) مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں باتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (مقام حیات ص ۲۵۵)

(۱۸) فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں یقیناً نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں جیسے کہ سب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۱۷)

(۱۹) حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا عقیدہ

آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی ملتا ہے اور یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اکابرین دیوبند کا مسلک اور متفقہ اعلان

سب انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں لیکن وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں بطور لذت کے اور روضہ اقدس پر درود پڑھا جائے تو بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند متفق عند علماء دیوبند بھی اہل انصاف واہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے تو اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ (مقام حیات ص ۲۷۲)

عذاب قبر کی ہولناک قسمیں

۱...... حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر اپنے صحابہ سے دریافت فرمایا کرتے تھے کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک دن صبح کو آپ نے از خود بیان کرنا شروع کر دیا کہ آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھ کو بیت المقدس کی طرف لے گئے اور ہم ایک آدمی پر گزرے جو لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کے سر کو پتھر سے کچل رہا تھا۔ پتھر مارتا تو سر چور چور ہو جاتا اور پتھر دور لڑھک جاتا۔ پھر وہ آدمی پتھر لینے جاتا اتنے میں اس کا سر صحیح سالم ہو جاتا اور وہ واپس آ کر پھر پتھر سے مارنے لگتا۔ اسی طرح برابر ہوتا رہا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون شخص ہیں؟ میرے ساتھی نے کہا ابھی اور آگے چلئے۔ تو دیکھا کہ ایک آدمی گدی پر لیٹا ہوا ہے اور ایک شخص لوہے کے آرا سے اس کی باچھوں کو گدی تک چیرتا ہے۔ ایک طرف سے اس کا منہ چیر کر جب دوسری طرف سے چیرنے لگتا ہے تو پہلا چیرا ہوا درست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بار بار چیرتا ہے اور پھر درست ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کون ہیں؟ مجھ سے کہا گیا ابھی اور آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور ملا اس میں بڑا شور وغل ہو رہا تھا۔ تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ آگ کی لپٹیں ان کے نیچے سے لپکتیں اور شور مچانے لگتے۔ وہاں بدبو ناقابل برداشت تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ مجھ کو حکم ہوا کہ ابھی اور آگے چلئے۔ ہم ایک نہر پر گزرے جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا۔ اس میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور ایک دوسرا آدمی نہر کے کنارے پر بہت سے پتھر لئے کھڑا تھا۔ وہ تیرنے والا جب کنارے پر آتا ہے تو اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے والا آدمی اس کے منہ میں لقمہ کے طور پر ڈال دیتا۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہا۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلئے۔

ہم چلے تو ایک انتہائی بدصورت آدمی پر گزرے، اس کے پاس آگ تھی وہ آگ کو سلگاتا اور اس کے گرد چکر لگاتا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلئے۔ ہم آگے تو ایک سرسبز وشاداب باغ پر گزرے اور باغ کے بیچ میں ایک اتنا لمبا شخص تھا کہ میں اس کے سر کو نہیں دیکھ پایا تھا۔ اس دراز قد شخص کے گرد بہت سے بچے تھے۔ میں نے ان بچوں کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا ابھی اور آگے چلئے۔ پھر ہم ایک ایسے وسیع اور حسین باغ میں پہنچے کہ میں نے ایسا باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے ساتھی کے حکم میں اندر داخل ہوا۔ اس میں ایک ایسا شہر تھا کہ سونے چاندی کی اینٹوں سے اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھلوایا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ اندر پہنچے تو ہمارے سامنے چند آدمی آئے جن کا آدھا جسم نہایت خوبصورت اور آدھا جسم بدصورت تھا۔ میرے ساتھی نے ان سے کہا کہ تم اس سامنے والی نہر میں کود پڑو۔ وہ جا کر کود پڑے۔ وہ نہر بہت وسیع تھی اور اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا۔ جب وہ نہر سے نکل کر واپس آئے تو ان کی بدصورتی ختم ہو گئی اور پورا جسم نہایت حسین ہو گیا۔

میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو ایک سفید محل نظر آیا۔ ساتھی نے کہا یہ بھی تمہارا ٹھکانا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ مجھے اپنے اس ٹھکانے میں ذرا داخل ہونے دو۔ انہوں نے کہا ابھی تو نہیں، مگر تم ضرور اس محل میں داخل ہو گے۔ میں نے شروع سے اب تک جو حیرت ناک مناظر دیکھے تھے ان کے بارے میں اپنے ساتھی سے حقیقت حال دریافت کی۔ اس نے بتایا کہ:

۱...... پہلا شخص جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ شخص ہے جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے اس کو بھلا دیا اور فرض نماز ترک کر کے سوتا رہتا تھا۔ یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

۲...... اور وہ دوسرا شخص جس کا جبڑا چیرا جا رہا تھا وہ آدمی ہے جو کہ صبح کو اپنے گھر سے چلتا ہے جھوٹ بولتا پھرتا ہے یہ برتاؤ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔

۳...... تیسرے وہ مرد و عورت جو تنور میں ننگے جل رہے ہیں وہ زنا کار لوگ تھے۔

۴...... چوتھا شخص جو نہر میں تیرتا ہے اور کنارے پر پتھر کا لقمہ پاتا ہے وہ شخص ہے جو سود کھایا کرتا تھا۔

۵...... پانچواں شخص جو آگ سلگا رہا ہے، دراوغہ جہنم ہے۔

۶...... اور چھٹا لمبا آدمی جو کہ باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم ﷤ ہیں اور ان کے گرد وہ بچے ہیں جن کی موت فطرت پر یعنی اسلام پر ہوئی۔

۷...... ساتویں قسم کے لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت ہے آدھا بدصورت ہے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نیک اعمال کے ساتھ برے اعمال بھی کئے ہیں۔ مگر پھر ان کو رحمت نے اپنے دامن میں لے لیا اور برائی کا داغ صاف ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے بعد ان دونوں ساتھیوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں جبرائیل ﷤ ہوں اور یہ میکائیل ﷤ ہیں۔ (بخاری و بیہقی بحوالہ موت کا منظر ص ۱۱۱)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عذاب برزخ کے ثبوت میں نص صریح ہے۔ کیونکہ انبیاء کا خواب سچا ہوتا ہے اور واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ حدیث میں جو یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ قیامت تک یہ برتاؤ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ برزخ کے واقعات ہیں۔

۲...... حضرت علی ﷛ کی روایت سے مذکورہ بالا روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ جو شخص آگ سلگا کر چکر لگا رہا ہے وہ دروغہ جہنم ہے جب کوئی چیز اس آگ سے باہر نکلتی ہے تو فوراً وہ دراوغہ اس کو آگ میں لوٹا دیتا ہے۔ نیز جو ننگے مرد و عورت تھے وہ زانی تھے اور بدبو ان کی شرم گاہوں سے نکلتی تھی اور ایک گروہ موٹے پیٹ والوں کا بھی نظر آیا تھا جن کی مقعدوں میں آگ بھری جاتی اور منہ سے باہر نکالی جاتی تھی۔ یہ قوم لوط کا عمل کرنے والے تھے اور وہ نہر جو دودھ کی طرح سفید تھی وہ کوثر کی نہر تھی۔ (ابن عساکر بحوالہ موت کا منظر ص ۱۱۲)

۳...... حضرت ابوسعید خدری ﷛ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک دسترخوان پر بھی ہوا جہاں بھنا ہوا عمدہ گوشت تھا، مگر کھانے والا کوئی نہ تھا اور ایک دسترخوان ایسا تھا جس پر بدبودار گوشت تھا۔ وہاں کچھ لوگ تھے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کو پسند کرتے ہیں۔

آنحضور ﷺ ایک ایسے گروہ پر بھی گزرے جن کے شکم گھر کی طرح وسیع و عریض تھے۔ جب وہ اٹھنا چاہتے تو گر پڑتے اور حسرت سے کہتے۔ اے خدا تو قیامت کو نہ قائم کر، وہ گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ امت محمدیہ کے سود خوار ہیں۔ ایسے گروہ پر بھی گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ میں پتھروں کا لقمہ دیا جاتا اور پتھر مقعد سے باہر آجاتے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھالیا کرتے تھے۔ ایسے گروہ پر بھی گزر ہوا جن کی پسلیوں سے گوشت کاٹ کر خود انہیں کو کھلوایا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ کھالے جس طرح اپنے بھائی کا گوشت کھایا کرتا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ ھمازون یعنی غیبت کرنے والے اور لمازون ہیں یعنی لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے۔ یہ برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ قیامت تک رہے گا۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ، موت کا منظر ص ۱۱۲)

۴...... حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج کی رات ایسے گروہ پر گزرے جن کے سر پتھر سے کچلے جاتے اور پھر صحیح سالم ہو جاتے۔ اسی طرح بار بار ہوتا رہا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہو جاتے تھے۔ یعنی نماز کو بڑا بوجھ سمجھ کر اتار پھینکتے، ایسے تیسے ادا کرتے یا یہ کہ ادا ہی نہ کرتے تھے۔

اس کے بعد گروہ ایسا نظر آیا جن کی شرمگاہوں پر صرف پتے تھے۔ اونٹ بکریوں کی طرح چرتے تھے اور تھوہر، گرم پتھر وغیرہ کھا رہے تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں مالوں سے زکوٰۃ وصدقات نہیں نکالتے تھے۔ پھر ایک گروہ عورتوں اور مردوں کا نظر آیا جن کے سامنے پکا ہوا عمدہ گوشت تھا اور ساتھ ہی کچا اور خراب گوشت تھا۔ وہ لوگ عمدہ اور پکے ہوئے گوشت کو چھوڑ کر کچے اور خراب گوشت کو کھانے لگے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر بدکار عورتوں کے پاس جاتے اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر غیر مردوں کے پاس جاتی ہیں۔

اس کے بعد ایک شخص نظر آیا جس نے ایک اتنا بڑا گٹھڑ جمع کر رکھا تھا اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں تھی۔ اس کے باوجود اور زیادہ بوجھ لاد رہا تھا دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں جمع ہیں اور ان امانتوں کا ادا کرنے کی قدرت اس میں نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ ایک گروہ پر گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ کترنے کے بعد صحیح سالم ہو جاتے اور پھر کترے جاتے۔ بار بار اسی طرح ہوتا رہا۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ فتنہ اور فساد برپا کرنے والے واعظ و خطیب ہیں۔ (ابن عدی، بیہقی، بحوالہ موت کا منظر ص ۱۱۳)

۵...... حضرت ابو امامہ ﷛ کی روایت میں آنحضرت ﷺ کے خواب کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور یہ سچا خواب ہے تم اس کو خوب سمجھ لو۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے کر چلا۔ راستہ میں ایک بڑا پہاڑ نظر آیا۔ اس نے مجھ کو چڑھنے کے لئے کہا میں نے کہا اس لمبے پہاڑ پر میں کیسے چڑھوں۔ اس نے کہا میں تمہارے لئے

اس پر چڑھنا آسان کردوں گا۔ پھر میں نے قدم اٹھایا تو ایک زینہ پر رکھا۔ اسی طرح قدم آگے بڑھاتا گیا اور ہر قدم پر زینہ ملتا گیا۔ پہاڑ پر چڑھ کر کچھ دور گئے تو کئی مرد اور عورتیں ایسے نظر آئے کہ ان کی باچھیں کٹی ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عمل ان کے قول کے خلاف ہوا کرتا تھا۔ پھر آگے چل کر عورت اور مرد ایسے ملے جن کے کانوں اور آنکھوں میں میخیں ٹھکی ہوئی تھیں، دریافت کرنے پر بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں کہ ناجائز باتوں کے سننے اور ناجائز چیزوں کے دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ پھر آگے چل کر کئی عورتیں لٹکی ہوئی نظر آئیں۔ ان کے سر نیچے اور پیر اوپر تھے اور سانپ ان کی چھاتیوں کو ڈس رہے تھے۔ پوچھنے پر بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو دودھ پلانے سے روکتی تھیں۔ آگے چل کر کئی عورتیں و مرد ایسے نظر آئے جو سر نیچے کر کے لٹکائے گئے تھے اور زمین کے کیچڑ کو چاٹ رہے تھے۔ پوچھنے پر یہ بتایا گیا یہ وہ روزہ دار ہیں جو وقت سے پہلے روزہ کھول دیتے تھے۔

آگے چل کر تین آدمی شراب طہور پیتے ہوئے اور خوشی کے نغمے گاتے ہوئے ملے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہ بحوالہ موت کا منظر ص ۱۱۴)

قبر میں لوگوں کی مختلف حالتیں

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج کی رات عجیب و غریب چیزیں دیکھیں۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا۔ پس اس شخص کا اپنے والدین کے ساتھ سلوک و احسان کرنے کے لئے آگے بڑھا اور ملک الموت کو اس کے پاس سے لوٹا دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ قبر کا عذاب اس کے آس پاس گھیرے ہوئے تھا لیکن اس کا وضو آیا اور اس نے عذاب سے نجات دی۔ میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے گھیر لیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آگے بڑھا اور شیاطین سے نجات دلائی۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو گھیر رکھا تھا لیکن نماز نے ان کے عذاب سے اس کو بچا لیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے ہے اور جس حوض پر جاتا ہے ناکام لوٹا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا روزہ آیا اور اس نے اس کو سیراب کر دیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے حلقے بنا کر بیٹھے ہیں اور یہ شخص جب ان کے حلقے کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو نکال کر باہر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کا غسل جنابت آیا اور اس نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر میرے قریب بٹھا دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے اور اوپر نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے۔ وہ شخص اس تاریکی کی وجہ سے حیران و پریشان تھا کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس تاریکی سے اس کو نجات دلا کر نور میں داخل کیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے بات کرتا ہے لیکن وہ اس سے بے رخی برت رہے ہیں چنانچہ اس کا صلہ رحم آیا اور اس نے کہا کہ اے مومنو! اس شخص سے بے رخی نہ کرو۔ اس سے بات چیت کرو۔ پھر اس سے باتیں کیں۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے آگ کی لپٹ کو اور شراروں کو روک رہا تھا کہ منہ نہ جلے۔ چنانچہ اس کا صدقہ آیا اور اس نے اس کے منہ اور سر کی حفاظت کی۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ ملائکہ عذاب نے اس کے ہر عضو کو گرفت میں لیا۔ لیکن اس کی دعوت و تبلیغ نے ان سے بچا کر ملائکہ رحمت سے ملا دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے نامہ اعمال نے ترازو کے بائیں پلڑے کو جھکا دیا۔ چنانچہ اس کا خوف خداوندی آیا اور اس نے اس ترازو کے دائیں پلڑے کو جھکا دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ترازو اعمال سے ہلکی پھلکی رہ گئی تو اس کے پاس وہ بچے آ گئے جو بچپن میں مر گئے تھے۔ انہوں نے آ کر اس ترازو کو وزنی کر دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے اس کا اللہ سے ڈرنا آیا اور اس نے جہنم کے کنارے سے دور کر دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا وہ آگ میں گر پڑا۔ اس کا وہ آنسو وہاں آیا جو اللہ کے ڈر سے اس کی آنکھ سے بہا تھا۔ اس آنسو نے اس کو آگ سے نکالا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پل صراط پر کھڑا ہے اور تھر تھر کانپ رہا ہے۔ چنانچہ اللہ کے ساتھ جو اس کو حسن ظن تھا اس حسن ظن نے بڑھ کر اس کی تھرتھری دور کی اور پل سے گزار دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ پل صراط پر کبھی چوتڑوں کے بل چلتا ہے اور کبھی گھٹنوں کے بل۔ چنانچہ مجھ پر اس کا درود بھیجنا آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ پھر وہ پل صراط پر سیدھا چلا گیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازوں کی طرف جب وہ پہنچا تو اس پر جنت کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ پھر اس کا کلمہ شہادت آیا اور دروازوں کو کھول کر اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ کترے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ یہ چغل خور لوگ ہیں۔ میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی زبانوں کے سہارے لٹکے ہوئے ہیں میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر تہمت لگانے والے ہیں۔ (طبرانی، نوادر الاصول، ترغیب بحوالہ موت کا منظر ص ۱۱۶)

مومن سے فرشتوں کا کہنا کہ دلہن کی طرح سو جا اور منافق و کافر کو زمین کا بھینچنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو کیا کہتا ہے۔ ان صاحب کے بارے میں (جو تمہاری طرف بھیجے گئے) وہ اگر مومن ہے تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ مربع کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر منور کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ (اب تو) سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو اپنے گھر والوں کو (اپنا حال) بتانے کے لئے جاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ (یہاں آ کر جانے کا قانون نہیں ہے) تو سو جا جیسا کہ دلہن سوتی ہے جسے اس کے شوہر کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا (لہٰذا وہ آرام سے قبر میں رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ اسے قیامت کے روز اس جگہ سے اٹھائے گا۔

اور اگر مرنے والا منافق (یا کافر) ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ میں نے جو لوگوں کو کہتے سنا وہی کہا (اس سے زیادہ میں نہیں جانتا) وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو خوب جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کو بھینچ دے۔ چنانچہ زمین اسے بھینچ دیتی ہے جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ قبر کے اندر عذاب ہی میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ (قیامت کو) خدا اسے وہاں سے اٹھائے گا۔ (بحوالہ موت کا منظر)

قبر کا مردوں سے خطاب

۱...... حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو یاد کیا کرو۔ قبر ہر دن اپنی مردوں سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کرتی ہے۔ میں غربت اور تنہائی کا گھر ہوں، مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ جب مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو مرحبا کہتی ہوئی خوشخبری سناتی ہے کہ میری پشت پر چلنے والوں میں تو بڑا محبوب تھا۔ آج میں تیری ہو گئی ہوں اور تو میری طرف آ گیا، تو اب میرے احسان کو بس دیکھ لے گا۔ یہ کہہ کر قبر تا حد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے اور جنت کا دروازہ کھلا نظر آتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ موت کا منظر ص ۲۲)

عذاب قبر جان و تن پر ہوتا ہے

ایک مجوسی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس تین مردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں۔ اس نے کہا کہ اے عمر! تمہارے صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین پر مرے گا وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ اس مجوسی نے یہ آیت بھی پڑھی "النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح ہے۔ یہ سن کر اس مجوسی نے وہ تینوں سر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے۔ یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سر میری بہن کا ہے۔ یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں۔ میں اپنا ہاتھ ان کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی۔ (یعنی تمہارے پیغمبر کے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں)

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسی سے کہا کہ اچھا اب تو ذرا اپنے اعتراض کو دہرا دے۔ اس نے اعتراض دہرایا۔ اعتراض سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا۔ جب حاضر کیا گیا تو آپ نے مجوسی سے کہا کہ تو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد۔ مجوسی نے ہاتھ رکھا کہ کہا یہ تو سرد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: اچھا تو لوہے کو پتھر پر مار۔ جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں چنگاری نکل پڑی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ پیدا کر دی ہے۔ اسی طرح وہ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھ کو گرمی محسوس نہیں ہوتی ان کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور تجھے محسوس و معلوم نہ ہو رہی ہو۔ یہ کھوپڑیاں جن کو سرد محسوس کر رہے ہو۔ ان کو اللہ تعالیٰ

اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تو اس کی گرمی محسوس نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔ یہ بات سن کر مجوسی لاجواب ہو گیا۔ (موت کا منظر ص ۱۴۷)

قصہ ایک بادشاہ کی کھوپڑی کا

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جا رہے تھے۔ راستہ میں کسی مردے کی ایک کھوپڑی نظر آئی۔ آپ کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ اے روح اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس کھوپڑی کو قوت گویائی عطاء فرما دے اور یہ کھوپڑی گزرے ہوئے واقعات ہم کو سنا دے۔ اس سے ہم کو عبرت حاصل ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور کھوپڑی بول اٹھی کہ اے روح اللہ پوچھئے! کیا پوچھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں آپ کی باتوں کا جواب دوں۔

آپ نے پوچھا تو اس زمین میں کون سی شخصیت رکھتا تھا۔ کھوپڑی نے جواب دیا۔ میں اس زمین کا بادشاہ تھا۔ ہزار برس زندہ رہا، ہزار اولاد مجھ سے ہوئی، ہزار شہر فتح کیے، ہزار لشکروں کو شکست دی اور ہزار بادشاہوں قتل کیا۔ بالآخر اس فاتح زمانہ کو موت آئی۔ میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ زہد و تقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حرص و طمع میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے میں سب سے بڑی عزت ہے۔ (منظر......)

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ ہم لوگ مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبر والوں پر سلام کر کے کہا تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم بتائیں؟ اے امیر المومنین! تم ہم کو خبر دو، ہمارے بعد کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا سن لو! تمہاری بیویوں نے شادی کر لی، تمہارے مال بٹ گئے۔ تمہاری اولاد یتیموں میں شامل ہو گئی اور جس مکان کو تم نے بڑا مستحکم بنایا تھا، اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔

یہ سن کر ایک مردہ نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا: ہمارے کفن پارہ پارہ ہو گئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے، کھالیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ آنکھیں بہہ کر رخسار پر آ گئیں اور نتھنوں میں سے پیپ بہہ رہی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اس کو پایا اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہوا۔ ہم تو اپنے اعمال ہی کے ممنون کرم ہیں۔

(تاریخ نیشاپور، موت کا منظر ص ۱۵۰)

